

جاسوسی دنیا نمبر 7

خطرناک بوڑھا

(مکمل ناول)

بے معنی اچھل کوڈ

میزروہوٹل کی عظیم الشان عمارت روشنی میں نہائی ہوئی شہر کے سب سے زیادہ بار و نق
حے میں اس طرح کھڑی تھی جیسے کوئی دولت مندا اپنی کوئی تھی کے چالاک پر کھڑا ہو کر اپنے مہماں
کا بے چینی سے انتظار کرتا ہے تاکہ انہیں جلد سے جلد اپنی شان امارت دکھا سکے۔
فٹ پا تھوڑے پر بے شکار موڑیں کھڑی تھیں..... اس ہوٹل میں زیادہ تر دولت مند طبقے کے
لوگ آتے ہیں۔ شام ہوتے ہی یہاں کاروں کی قطاریں نظر آنے لگتی ہیں۔

ہوٹل کے اندر کافی بھیڑ تھی، ہال میں قریب قریب ساری میزیں بھر چکی تھیں۔ آج
یہاں ایک اچھی رقصہ کا ناج بھی تھا۔ اس نے معمول سے زیادہ بھیڑ ہو گئی تھی۔ ناج بھی شروع
نہیں ہوا تھا۔ اسٹچ پر اسٹچ پر دہلہریں لے رہا تھا اور قریب قریب سب کی نگاہیں لا ہر یونگی ہوئی
تھیں۔ دھخٹا ایک خوش پوش اور وجہہ نوجوان ہال میں داخل ہوا۔ اس نے اور اور اندر نظریں
دوڑائیں۔ شاید وہ کسی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اسٹچ کے قریب لگی ہوئی ایک لڑکی نے ہاتھ
اخلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ نوجوان کے ہونٹوں پر مکراہٹ پھیل گئی۔ وہ آہستہ آہستہ
نہلتا ہوا اس میز کے قریب پہنچ گیا۔ وہ لڑکی اور اس میز پر بیٹھے ہوئے دو مرد شاید نوجوان کے
استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔

لوکی نے اپنے ساتھیوں سے نوجوان کا تعارف کرنا شروع کیا۔

”مشر شاہد جن کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے۔“ لوکی مسکراتی ہوئی بولی۔ ”اور یہ میرے

چچا نسیم..... میرے بھائی ارشا.....!“

نوجوان دنوں سے ہاتھ ملا کر بینٹھ گیا۔

لوکی نے میرے کو بلا کر آرڈر دیا اور وہ لوگ گنگوہ میں مشغول ہو گئے۔ لوکی کی شخصیت اتنی دلکش تھی کہ قریب کی میز دوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اسے نبڑی طرح گھور رہے تھے۔ اس نے بہت یہ چست قسم کا لباس پہنن رکھا تھا جس سے اس کے جسم کی رعنایاں پھوٹی پڑی تھیں۔

”شاہد صاحب مجھے رقی سے معلوم ہوا ہے کہ آپ سیام کے قدیم باشندوں کے طرز معاشرت پر تحقیق کر رہے ہیں۔“ لوکی کا چچا نسیم بولا۔

”جی ہاں کو شش کر رہا ہوں۔“ شاہد نے جواب دیا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ مجھے بھی ابیے موضوعات سے خاصی دلچسپی ہے۔ خاص طور پر سیام اور چینی لڑی پر کا بہت زیادہ دلدادہ ہوں۔“

”اوہ تب تو آپ سے مجھے بہت مدد ملے گی۔“ شاہد سرت آمیز لبکھ میں بولا۔

”میں نے خصوصاً آپ سے اسی لئے ملتا چاہا تھا کہ مجھے اپنے ہم مقاق لوگوں کی حلاش رہتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر تجھ ہو گا کہ میں نے محض پڑھنے کی خاطر اس ہوشی میں ایک کروڑے رکھا ہے۔“

”بہت خوب.....!“ شاہد اسے ترقیٰ نظر دوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

”واقعی سیام ایک بہت عی پر اسرار ملک ہے۔“ نسیر چائے کا گھونٹ لے کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اور ہاں کی قدیم تاریخ اتنی مخلوک ہے کہ کسی خاص راستے کا تعین کر کے چھان بین سے کوئی خاص نتیجہ اخذ کرنا بہت سی مشعل کام ہے۔“

شاہد کا پھرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

”بندہ آج آپ پہلے آدمی ملے ہیں جس نے سیامی تاریخ کے متعلق اتنی بھی بات کہی ہے۔“

نسیر مسکرانے لگا۔ اس مسکراہٹ یہ احساس برتری، آسودگی بنے پر وہی بھی کچھ شامل تھا۔

”میں اپنی انتہائی خوش نصیبی سمجھوں گا اگر اس سلسلے میں میری رہنمائی کریں۔“ شاہد دوبارہ بولا۔

”شوق سے۔“ نسیر نے کہا۔ ”میں ہر وقت حاضر ہوں..... میں نے اپنی زندگی کا کافی

حصہ چین اور سیام میں گذارا ہے۔“

”تب تو آپ میری بچی رہنمائی کر سکتے گے۔“

نصیر کچھ سوچنے لگا۔

”سیام کے جنگل بھی بڑے عجیب ہیں۔“ نصیر بولا۔

شہید توچہ کے ساتھ سننے لگا۔ لیکن نصیر پھر کچھ سوچنے لگا۔

انہیں میں اچھی رقصہ کا ناج شروع ہو گیا۔

نصیر نے نہ اسامنہ بنالیا۔

”میر اذیال ہے کہ آپ کو بھی ان لغویات سے دچپنے نہ ہو گی۔“ نصیر بولا۔

”بھی نہیں.....!“ شہید نے جواب دیا۔

”تو آئیے چل کر کمرے میں گنگلوکریں گے۔“ نصیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اُسی کے ساتھ رقیہ کا بھائی بھی اٹھا..... شہید بھی اٹھ گیا۔

”آپ لوگ جائیے میں تو ناج دیکھوں گی۔“ رقیہ بولی۔

شہید ہنسنے لگا۔

”دنیا کی ساری عورتیں کھیل تماشوں کی دلداد ہوتی ہیں۔“ نصیر قلفیان انداز میں بولا۔

”تینوں زینے طے کرتے ہوئے تیری منزل پر پہنچے۔ اس وقت قریب قریب سارے

کرے مقلع تھے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اچھی ایکشنسیں کارقص تھی۔

یہ لوگ تیری منزل کے ایک کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ یہاں ایک بڑی میز تھی جس پر

بہت سی کتابیں بے ترتیب سے پھیلی ہوئی تھیں اور ایک طرف لمبا پنک بھی پڑا ہوا تھا۔ میز کے گرد

دو تین کرسیاں تھیں۔

”شاید رقیہ سے آپ کی ملاقات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا.....!“ نصیر نے کرسی پر بیٹھتے

ہوئے کہا۔

”بھی نہیں.....!“ شہید نے جواب دیا۔

”لیکن وہ آپ کا تذکرہ اس انداز میں کرتی ہے، جیسے آپ دونوں برسوں کے ساتھی ہوں۔“

شہید نے شر میلے انداز میں سر جھکایا۔

”شہمانے کی ضرورت نہیں، میں محبت کو نہ انہیں سمجھتا۔ فلسفے نے مجھے بہت زبردست روشنی پہنچی ہے۔ میں انسانیت کو خون کے رشتہوں سے بالآخر سمجھتا ہوں۔ ارشد میرا بھت جا ہے لیکن ہم دونوں اکثر ایک ساتھ بینجہ کر شراب پیتے ہیں۔ اگر آپ بھی پیتے ہوں تو مجھے آپ سے بھی تکلف نہیں۔“

”میں عادی نہیں ہوں۔“ شاہد بولا۔ ”اکثر تفریح میں لیتا ہوں۔“

”خیر بھائی ارشد ذرا لگا اس وغیرہ نکال لیتا۔.....“ فصیر نے کہا۔

ارشد نے الماری سے تین گلاں نکال کر میز پر رکھ دیئے اور بوجل نکال لایا۔

”اوہ اس میں تو بہت تھوڑی سی رہ گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید ایک عی آدمی کیلئے کافی ہو۔“ فصیر بولا۔ ”شاہد صاحب یہ بہترین حجم کی پر تکالی شراب ہے مجھے افسوس ہے کہ زیادہ نہیں۔“

فصیر نے ساری شراب شاہد کے آگے رکھے ہوئے گلاں میں انٹریل دی۔

”بہم لوگ فی الحال وہ سکی عی پر قناعت کر لیں گے۔“ ارشد بولا۔

”مجی نہیں..... مجی..... مجی۔“ شاہد نے گلاں آگے بڑھا دیا۔

”یہاں تکف کی ضرورت نہیں۔“ فصیر نے گلاں پھر شاہد کی طرف کس کا دیا۔

ارشد نے الماری سے وہاں تھا اس کی بوجل نکالی اور خالی گلاں میں تھوڑی تھوڑی ڈال کر سوڈا ملانے لگا۔ تینوں نے گلاں ہاتھوں میں لے کر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور ہلکی ہلکی چکلیاں لے کر انہیں پھر میز پر رکھ دیا۔

”بات یہ ہے شاہد صاحب۔“ فصیر بولا۔ ”مجھے ایک زمانے میں سیاہی ناچوں سے بُوی دُپچی رعی ہے۔“

”اچھا.....!“ شاہد حجبہ انداز میں بولا۔

”ہاں..... اور اس سلسلے میں اچھی خاصی ری ریچ کر ڈالی تھی۔“

”خوب.....!“ شاہد پر آہستہ آہستہ پر تکال کی سالہاں پر انی شراب کا اثر ہوا جا رہا تھا۔

”سگریٹ.....!“ فصیر نے شاہد کی طرف سگریٹ کیس بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”میں سیاہ کے سارے ناق بہت اچھی طرح ناق سکتا ہوں۔“

”میں نے ایک قلم میں سیاہ کے ناق دیکھے تھے۔“ شاہد بولا۔

”کہنے آپ کو شراب پسند آئی۔“ ارشد نے کہا۔

”بہت..... خدا کی حرم میں نے اتنی نیس شراب پبلے کبھی نہیں لی۔“

شہید جھوستا ہوا بولا۔ اس نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ لے کر سلکیا اور گہرے گہرے کش لینے لگا۔

تینوں نے گاس خالی کر دیئے۔ شہید کا سر بھاری ہوا جا رہا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کا سر نہیں بلکہ ایک بوچھے ہے جو بے ڈھنگیں پن کے ساتھ اس کے کانوں پر رکھ دیا گیا ہو اور ذرا سی جبکش میں اس کا لڑک جانا چاہیے۔ اس نے اپنا سر میز پر اونٹھا لیا۔

”شہید صاحب.....!“ نصیر نے اس کا سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”دیکھنے میں آپ کو سیام کا ایک بھاری رقص دکھانے جا رہا ہوں۔“

”دکھا..... یے.....!“ شہید رک رک کر بولا۔

اپاںک نصیر نے اٹھ کر ایک بے ہلکم حرم کی اچھل کو دشروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ کسی غیر ملکی زبان کے الفاظ بھی دہراتا جا رہا تھا۔ اس نے ارشد کو اشارہ کیا وہ بھی اس کے ساتھ اچھلنے کو دنے لگا۔

”آپ بھی تاپنے شہید صاحب..... یہ سیام کا بہت ہی جبرک ناج ہے۔“ نصیر نے بدستور اچھلنے کو دتے ہوئے کہا۔

شہید لڑکھڑا ہوا اٹھا اور وہ بھی انہیں کی طرح اچھلنے کی کوشش کرنے لگا۔ تینوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے اور ایک دائرے کی شکل میں اچھل اچھل کر تاپنے لگے۔ شہید کے قدم ست تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تھک کر گر پڑا۔ اس کے منہ سے جھاگ بہرہ رہا تھا۔

”اڑے بس اتنے ہی میں بول گئے۔“ ارشد نہستا ہوا بولا۔ ”بڑے نامرد ہو۔“

”میں..... نامرد..... تم خود نامرد۔“ شہید اٹھتا ہوا بولا۔

وہ تینوں پھر تاپنے لگے۔ تھوڑی دیر تک اس اچھل کو دکا سلسلہ جاری رہا۔ پھر دفعہ شہید کو ایک بڑی ہی قے ہوئی اور وہ ویس فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

”ختم ہو گیا۔“ نصیر نے ارشد سے کہا۔ دونوں کرسیوں پر بینڈ کر کھانے لگے۔

”تم لوگ یچے چلے جاؤ۔“ برابر کے کمرے سے ایک بھاری بھر کم آواز آئی۔

دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور اس دروازے کی طرف من کر کے قدرے بچکے جو
دوسرے کمرے میں کھلا تھا۔

دونوں اس طرح بچکے کھڑے تھے جیسے وہ کسی کی پیشوائی کر رہے ہوں۔
”آجیلی رقصہ سے ملتا جو کچھ دو دے اُسے نمبر سات کو دینا.....بس جاؤ۔“ وہی آواز پھر
ستانی دی۔ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔

دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا..... اور ایک اور قد آور آدمی جس نے اپنا چہرہ ایک سیاہ
رُنگ کے غائب میں چھپا کھاتا کرے میں داخل ہو۔
اس نے شاہد کے جسم کو دو تین بار ہلایا۔ وہ خشندا ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ ٹھیک رہا۔ پھر
دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک رسی لئے ہوئے آیا اور شاہد کے ہاتھ پر میث
کرباند ہے اور اس کی لاش کو ایک ہاتھ میں لے کر اس کمرے میں لئے چلا گیا۔

چھانک پر لاش

میچ کا دھنڈ لکھیل چکا تھا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے لوگ ابھی تک لفافوں میں مت
چھپائے پڑے تھے۔ فریدی کسی کیس کی تیاری کے سلسلہ میں رات بھر جاتا رہا تھا۔ تقریباً چار بجے
اس کی آنکھیں گل گئیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر سویا ہو گا کہ حید نے آکر جگا دیا۔
”یا وحشت.....!“ فریدی نے ہڑبوڑا کر اٹھتے ہوئے کہا۔ ”آخر جنگلی پن کی کوئی حد بھی
ہے..... اسی طرح جگاتے ہیں۔“

”اس وقت لکھنؤی تکلفات کا موقع نہیں تھا۔“ حید نے باپتے ہوئے کہا۔ ”ڈراجلدی کچھے
ایک نئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔“

”آخر کچھ کہو بھی تو۔“ فریدی نے اکٹائے ہوئے لبھے میں کہا۔
”چھانک پر لاش.....!“

”کیا مطلب.....؟“

”مطلوب یہ کہ ہمارے چھانک پر ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔“

”چھانک پر.....؟“ فریدی نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے.....!“ فریدی برآمدے میں بکھر کر ملک گیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا چھانک پر آیا۔ لاش چھانک سے طلبی ہوئی باہر کی طرف پڑی تھی۔ فریدی نے جلدی سے چھانک کو کھولا۔ یہ ایک تو جوان کی لاش تھی۔ اس نے نسلی سرنگ کا انہایت نشیں قسم کا سوت پکن رکھا تھا۔ فریدی لاش پر جگ کیا۔ اس نے اُسے ہلا ناچاہا۔

”معلوم نہیں موت کو کتنی دیر ہوئی، جسم اکٹھ گیا ہے۔“ فریدی حید کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ”کوئی زخم نہیں موت کس طرح واقع ہوئی۔ ذرا جلدی سے میرا محمد ب شیش تو لے آؤ۔“ حید دوڑتا ہوا چلا گیا۔

فریدی بہت انہاک کے ساتھ لاش کا جائزہ لے رہا تھا۔ حید شیش لے کر آگیا۔ تقریباً پندرہ میں منت کے بعد فریدی نے سر اخلاя۔

”ظاہر کوئی مخلوق بات دکھائی نہیں دیتی۔ یہ کوئی مخلوق الحال آدمی بھی نہیں معلوم ہوتا۔ جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ سردی سے اکٹھ کر مر گیا۔“

”میرا خیال ہے کہ اُسے کوئی دیدہ دانتہ ڈال گیا ہے۔“ حید نے کہا۔

”تمہارا خیال صحیح ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”جاو جا کر کوتووالی میں فون کر دو۔“

حید پھر اندر چلا گیا اور فریدی لاش کے قریب کھڑا رہا۔

ہلکی ہلکی دھوپ نکل آئی تھی اور اب سڑک پر آمد و رفت بھی شروع ہو گئی تھی۔ لوگوں نے بھیڑ لگانی چاہی لیکن فریدی نے انہیں تھتی سے منع کر دیا۔

تمہوزی دیر کے بعد پولیس کی لاری آگئی۔ کوتووال شہر اور دو ایک سب اسکنر چند کا نیبلوں کے ہمراہ اس پر سے اترے۔

فریدی نے کوتووال سے سب کچھ کہہ سنایا۔

”بڑی حرمت کی بات ہے..... آخر سے یہاں ڈال جانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“ کوتووال نے کہا۔

"مجھے یقین کامل ہے کہ یہ بہاں نہیں مرد۔" فریدی نے کہا۔
"یہ تو صاف ظاہر ہے۔" ایک سب اسپکنڈ بولا۔

"بڑی مصیبت کا سامنا ہے، آئے دن ایک نہ ایک آفت.....!" کوتوال پریشانی کے لمحے میں بولا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمارا شہر مجرموں کی زیارت گاہ بن گیا ہے۔"

"میرے خیال سے اب آپ اُسے انہوں نے جائیے پوست مارٹم کرانے کی کوشش جلدی کچھ نہ گا۔" فریدی نے کہا۔ "مجھے تو یہ اپنے لئے ایک حتم کا چیلنج معلوم ہوتا ہے۔"
"خدائی بہتر جانے.....!" کوتوال نے تاخوٹ گوار لمحے میں کہا اور لاش انہوں کراں پر رکھوانے لگا۔

دہاں سے فرصت پا کر فریدی اور حمید اندر آئے۔

"پہلے زندہ فریدی آپ کے پاس آیا کرتے تھے اب مردوں نے بھی راست دیکھ لیا۔ خدا خیر کرے۔" حمید نے کہا۔

"مجھے تو یہ معاملہ بہت نیز حافظ آ رہا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"چاہے نیز ہا ہو چاہے سید ہا..... بے اطمینانی تو اپنی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔" حمید بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی الجھن میں جلا ہے۔

ناشتہ آیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ حمید نے کئی بار اسے چاہل کرنے کی کوشش کی تھیں وہ متوجہ نہیں ہوا۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے عمل تنویم کے ذریعہ اسے بے حس کر دیا ہو۔

حمدی اس کی عادتوں سے بخوبی واقف تھا اس لئے اس نے چھپڑ نامناسب نہ سمجھا۔

تقریباً تین بجے شام کو تو کرنے آکر اطلاع دی کر اسپکنڈ جلدیش آیا ہے۔

فریدی نے اسے فوراً ہی بلوایا۔ اس سے قبل وہ کئی ملنے والوں کو عالات کا بہانہ کر کے ٹال چکا تھا۔

"کو جلدیش کیسے آئے۔" فریدی نے انہوں کو ٹھلتے ہوئے پوچھا۔

"اُرے صاحب کیا تاؤں..... اس لاش کے تعلق تحقیقات میرے ہی پر دیکھی گئی ہے۔"

"ہوں.....!"

”پوست مارٹم کے ذریعہ پڑھا ہے کہ مر نے والا مرگی کا مر یعنی تھا اور مرگی کے دورے
ہی کی حالت میں اچانک اس کے قلب کی حرکت بند ہو گئی۔“

”ہوں.....!“

”تب تو ساری الجھن رفع ہو جاتی ہے۔“ حمید بولا۔ ”وہ رات میں کسی وقت گذرنا.....
یا کیک یہاں پہنچ کر مرگی کا دورہ پڑا اور گرفتار پھر اسکے قلب کی حرکت بند ہو گئی۔ اللہ اللہ خیر سلا۔“
”شabaش.....!“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”میرا دماغ تو اس طرف پہنچا ہی نہیں تھا۔
واقعی تم ایک بڑے کار آمد آدمی ہو۔“
حمدہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہاں تو پھر تفتیش کیسی؟“ فریدی جلد یہاں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

”یہی کہ وہ کون تھا..... کہاں رہتا تھا..... نام..... پڑھنا شان وغیرہ وغیرہ۔ اس کے
پاس سے کوئی لئکی چیز نہیں مل سکی جس کی بناء پر اس سے کچھ معلوم ہو سکا۔“
”تو یہ کوئی بڑی بات ہے۔ شام کے اخبار میں اس کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور پہنچے گا جسے
دیکھ کر اس کا کوئی نہ کوئی دارث، دوست یا جان پیچان والا کو تو اسی ضرور پہنچے گا۔“ فریدی نے سگار
سلکاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں..... دیکھئے..... اگر کوئی پر دیکھی نہ ہو تو.....!“ جلد یہاں نے کہا۔

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ فریدی نے آرام کر کی پر نہم دراز ہوتے ہوئے کہا۔ وہ سگار کے ہلکے
ہلکے کرشمے کے چھپلے لمبے بکھیر رہا تھا۔

”واقعی یہ سر خیز براختر ناک ہے۔“ جلد یہاں نے کہا۔

”کون سا سر خیز.....!“ فریدی نے چوک کر کہا۔

”یہی مرگی۔“

”تو کیا تم واقعی اسے مرگی ہی کا کیس سمجھتے ہو۔“

”میں کیا..... ڈاکٹروں کی بیکی رائے ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ
اس کے کوٹ میں سے درزی کا لیبل کیوں نوچا گیا ہے۔“

"بیجے..... جکد لیش صاحب الجہ گیا معااملہ۔" حمید نے کہا۔

"واقعی یہ بات قابل غور ہے۔" جکد لیش بولا۔

"میا یہ ممکن نہیں کہ خود مر نے والے نے اسے کسی وجہ سے نکال دیا ہو۔" حمید نے کہا۔

فریدی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر بجھا ہوا سگار سلاگانے لگا۔..... تھوڑی دیر

خاموش رہ کر وہ پھر بولا۔

"پوست مارٹم کی رپورٹ میں کچھ اور بھی ہے۔"

"اور تو کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔" جکد لیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ادہ تحیک یاد

آیا..... ذاکثر کی رائے ہے کہ مر نے سے قبل شاید اسے تے بھی ہوئی تھی۔"

"تے.....!" فریدی چونک کر بولا۔

وہ کچھ بے چین سانظر آنے لگا۔

"مرگی..... تے..... ہارٹ فل.....!" وہ بڑا تاہو والاٹھ کر ٹھیٹنے لگا۔

اس کے منہ سے کسی غیر ملکی زبان کے الفاظ نکل رہے تھے، جو کم از کم حمید اور جکد لیش کے

لئے نہ تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دفعتاہ مڑا اور کمرے سے نکل کر لا بھری میں چلا گیا۔

حمدی اور جکد لیش جہر سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

دونوں کافی دیر ملک بیٹھے اسی مسئلے پر گفتگو کرتے رہے۔ دفعتاہ نہیں فریدی کا قہقهہ سنائی

دیا۔ دونوں چونک پڑے۔ چند لمحوں بعد فریدی مسکرا تاہو اکمرے میں داخل ہوا۔

"کوئی نئی بات۔" حمید نے پوچھا۔

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر آنکھیں بند کر کے آرام کر سی پر لیٹ گیا۔



دوسری لاش

لاش کے متعلق کسی کو کچھ بھی نہ معلوم ہو۔ کا اور آخر کار وہ پر دخاک کر دی گئی۔ ڈاکٹر، ن کی رائے کے آگے بھلا فریدی کی کیا چلتی۔ اس نے بھی یہ ضروری نہ سمجھا کہ حکام کو اپنے ٹکوں سے آگاہ کرے۔ کیونکہ قریب قریب سب کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ اس کی موت معمولی حالات میں واقع ہوئی تھی۔ پولیس والوں نے بھی سوچا کہ چلو ایک ججنجھٹ سے نجات ملی۔ اگر کہیں زہر خواری یا قتل وغیرہ کا کیس ثابت ہوتا تو خواہ مذکورہ مصیبت میں جٹا ہوتا پڑتا۔ لیکن ان کا یہ سکون زیادہ و قتفے تک برقرار رہ سکا۔ تیرے دن پھر ایک لاش فریدی کے چھانک پر پائی گئی اور پولیس والوں کو الجھن میں جٹا ہوتا پڑا۔ یہ لاش بھی ایک نوجوان ہی کی تھی۔

”لیجے جتاب..... اس پر بھی مرگی کا دورہ میرے ہی چھانک پر پڑا۔“ فریدی ڈی ایس پی سے کہہ رہا تھا۔

”واقعی یہ بڑی حرمت کی بات ہے۔“ ڈی ایس۔ پی بو۔

”لیکن یہ ابھی کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس پر بھی مرگی کا دورہ ہی پڑا۔“ ایک سب ان پر کہا۔

”نہ گھوڑا دور نہ میدان، اس کے متعلق بھی ڈاکٹروں کی رپورٹ دیکھ لیجئے گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس کی موت بھی انہیں حالات میں ہوئی ہے، جن میں پہلے ہوئی تھی۔“ فریدی نے کہا۔
پولیس والے طزیہ انداز میں مسکرا نے لگ۔

”خیر صاحب دیکھا جائے گا۔“ ڈی ایس۔ پی نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

فریدی اور حمید لوٹ آئے۔

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ تھے بھی جیسے نہ لینے دیں گے۔“ حمید نے میز پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اچھا..... اچھا..... نیچے کرسی پر تشریف رکھئے۔ پہ نہیں کب سیلیقہ آئے گا۔“

فریدی نے کہا۔

حمد میز سے اٹ کر کر سی پر بیٹھ گیا۔

”ہاں تو فرمائیے میں آپ کو کیوں جھین نہ لینے دوں گا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”آخر خواہ تخلوں ان لوگوں کو شہرات میں جلا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ حمید نے کہا۔

”شہر کیوں..... یہ ایک محلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان دونوں کی موتیں غیر معمولی حالات میں ہوئی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”صرف آپ کے نزدیک! ورنہ وہ لوگ تو اسے قتل سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ اب

انہیں بھی خواہ تخلو اس معاملے میں ہوشیار ہونا پڑے گا اور آئی گئی اپنے سر جائے گی۔“

”لیکن میرا خود اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ کی دلچسپی..... آپ تو ہر معاملے میں کو دپڑتے ہیں۔“

”اچھا..... اچھا..... بے کار باتیں نہیں۔“ فریدی نے اکتا کر کہا۔

”اپنا صاحب میں اب کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ کی قسمت ہی میں در در کی ٹھوکریں لکھی

ہوئی ہیں۔“

”اس وقت تم کسی شہر پرست اور چیزیں کی طرح باتیں کر رہے ہو۔“

فریدی نے کہا۔

”زبان پر بار خدا یا کس کا نام آیا.....!“ حمید نے گلگتا کر کہا۔

”ہونٹ چانو..... ہونٹ برخوردار..... احمد کہیں کے۔“ فریدی نے نہ اسامنہ بٹایا۔

”غزال آپ کے لئے ایک اچھی بیوی ثابت ہو سکے گی۔“ حمید نے گلگتو کا موضوع بدلتے کی کو شش کی، لیکن فریدی سنی ان سخن کر کے بولا۔

”ہاں تو دیکھو تم بڑے ہبہاں چلے جاؤ اور جیسے ہی ذاکر کی روپرث تیار ہو جائے اس کے متعلق پڑ لگا کر سیدھے آفس چلے آتا۔“ حمید ہنسنے لگا۔

”اس میں ہنسی کی کیا بات۔“ فریدی اسے گھور کر بولا۔

”کچھ بھی نہیں، بہر حال آپ غزال کا تذکرہ میری زبان سے نہیں سننا چاہتے۔“

”نہیں اسکی تو کوئی بات نہیں۔“

”بندہ ابھت حسین ہے۔“

”ہو گی۔“

"میں آپ سے بچ کرہا ہوں کہ.....!"

"لیکن میں آپ کا چیز نہیں سننا چاہتا۔" فریدی اس کی بات کاٹ کر بوا۔ "آپ برا و کرم ناشت کر کے سیدھے ہسپتال پڑے جائیے..... میرے پاس فضول ہاتوں کے لئے نہیں۔"

حید ناشت کر کے ہسپتال چلا گیا اور فریدی لا بھر یونی میں بینے کر ایک کتاب اللہ پلٹنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک وہ مطالعہ کر تارہ۔ وہ ایک کے بعد دوسری کتاب، انعاماً اور پڑھ کر رکھ دیتا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ایک ہی موضوع پر متعدد کتابیں دیکھ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی۔ دفعتاً وہ پڑھتے پڑھتے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب قسم کی دھیانش پچ پیدا ہو گئی اور چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے ایک سگار سکایا اور بیکار پہنچ کر شیش لینے لگا۔ دس بج کر ہے تھے، اس نے لا بھر یونی سے ڈر اسٹگ روم میں جا کر پکھ کھانا کھایا اور آفس چلا گیا۔ وہ بے چینی سے حید کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً تین بجے حید واپس آیا۔

"کہو بھی کیا بخرا لائے۔" فریدی نے بے چینی سے پوچھا۔

"آپ کا خیال قطعی درست ثابت ہوا۔ دوسری لاش کے متعلق بھی حرف برف وہی روپرث ہے جو پہلی لاش کے متعلق تھی۔" حید نے کہا۔

"ہوں.....!" فریدی نے آہت سے کھا اور سگار ہوتلوں میں دبار سامنے رکھے ہوئے فائل پر نگاہیں جلا دیں۔

"اس روپرث سے پویس والوں میں کافی جیجان پھیل گیا ہے۔" حید نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ معاملہ جلد ہی ہم لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائے گا۔"

"ہوں.....!"

فریدی اٹھ کر برآمدے میں چلا گیا۔ ابھی اسے یہاں آئے ہوئے چند ہی منٹ گذرے تھے کہ چپر اسی نے آگر جیکن صاحب کا سلام دیا۔

فریدی آہت آہتہ ٹھلٹا ہوا جیکن کے کمرے کی طرف بڑھا۔ "آئیے..... آئیے....." مشر فریدی۔ "جیکن نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فریدی سے کہا۔ فریدی بینے گیا۔

"میں نے سنا ہے کہ آج پھر آپ کے چھانک پر کوئی لاش پائی گئی ہے۔"

"تیہاں اور پوست مددم کے بعد ڈاکٹروں نے بالکل وہی روپرث دی ہے، جو پہلی لاش کے

متعلق تھی۔“

”اے.....!“ جیکن چوک کر بولا۔

”مگی ہاں.....!“

”بڑی عجیب بات ہے۔“ جیکن کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”دونوں لاشیں آپ ہی کے چھانک پر پالی گئیں اور دونوں کے متعلق ایک ہی رپورٹ بڑا چیز ہے معاملہ ہے۔“

فریدی نے کوئی جواب نہ دی۔ جیکن تھوڑی دیر تھبر کر بولا۔ ”کہنے کوئی کیا۔“

”فی الحال کوئی نہیں..... کوئی ایسی چیز ہی نہیں مل سکی جس کی بناء پر کوئی خاص رائے قائم کی جاتی۔“ فریدی بولا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ سول پاؤ لیس کے بس کا کیس نہیں۔“ جیکن بولا۔

”دیکھئے..... کیا ہوتا ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔

”ہو گا کیا..... ہمارے ہی سر مصیبت آئے گی۔“ جیکن نے کہا۔ ”لیکن میں نے جمع کا صیغہ غلط استعمال کیا ہے۔ تھا آپ کے سر مصیبت آنے والی ہے۔“

”اور میں اس قسم کی مصیبتوں کی طاش میں رہتا ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”واقعی آپ ہی کام ہے۔“

فریدی خاموش رہا۔

”اگر آپ کو کوئی ضروری کام ہو۔“

”مگی ہاں.....!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ پھر اپنے کمرے میں آگر بینچ گیا۔

”کہنے کیا پاؤ لیس نے کاغذات یہاں بیچ دیے۔“ حید نے فریدی سے پوچھا۔

”ابھی نہیں۔“ فریدی نے کہا اور کاغذات اتنے پہنچنے لگا۔

”اگر واقعی یہ کیس ہمارے پر دکر دیا گیا تو پریشانی ہو گی۔“ حید بولا۔

”ظاہر ہے۔“

حید نے فریدی کے مختصر جوابات سے اندازہ لگایا کہ وہ اس وقت باقی نہیں کرنا چاہتا۔
لئے وہ ہاں سے ہٹ گیا۔

ایک اجنبی

سول پلیس کے تھک بار جانے کے بعد یہ معاملہ مکمل سرانجام رسانی کے پرداز کر دیا گیا۔
کیس چیز بد تھا اس نے اس کیلئے فریدی کو منتخب کیا۔ اگر کیس کسی دوسرے کو دیا بھی جاتا تو
فریدی کو شش کر کے اس کا چارخ خود لیتا کیونکہ وہ اسے اپنے لئے ایک حجم کا پیچھے سمجھ رہا تھا۔
فریدی اس کیس کا انچارج بن تو گیا تھا لیکن ابھی تک وہ کسی راستے کا قصین نہیں کر سکا تھا۔
اس بار اسے بالکل اندر میرے میں تیر پھینکنا پڑا تھا۔ ابھی تک کوئی اسی پیچنہ مل سکی جس کے
سہارے وہ بھرم تھک بھٹک سکتا۔ اس کی عادت تمی کر وہ ایسے موقع پر یہ نہیں بے مقصد شہر کے پکڑ
لگایا کرتا تھا۔ آج بھی وہ دستور کے مطابق شہر کی گلیاں اور سڑکیں ناپ رہا تھا۔ اپاٹک وہ ایک
چھوٹے سے خوبصورت کینے کے سامنے رک گیا۔ اندر اسے ایک جانی پیچانی شکل نظر آئی وہ
سوچنے لگا کہ اس نے اسے کب اور کہاں دیکھا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک فٹ پا تھوڑا پھر اپنے سوچتا رہا
پھر کینے میں داخل ہو گیا۔ وہ شخص جسے دیکھ کر وہ رکا تھا ایک خالی میز پر بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا۔ یہ
ایک اویز عمر کا فیشن اسٹبل آدمی تھا۔ اس نے کسمی رنگ کے سرچ کا سوت پکن رکھا تھا۔ آنکھوں
پر روئی طرز کا بھاری بھر کم فریم والا چشم تھا اور انگلیوں میں نہایت سبک اور عمدہ حجم کی انگوٹھیاں
قصیں۔ سرخ و سپید چہرے پر بھورے رنگ کی گھنی ڈاڑھی اس کی وجہت میں اضافہ کر رہی تھی۔
”اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔“ فریدی نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا۔

”مجی.....!“ اس نے سر اٹھا کر فریدی کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ
یہاں کتنی میزیں بالکل خالی ہیں۔“

اس کی آواز سن کر فریدی کے ماتھے کی شلنیں ابھر آئیں، لیکن پھر فور آئی چہرے پر
مسکراہٹ کی لمبیں چھلتی نظر آئیں۔

”نبیں یاد شکر میں تو یہیں بیٹھوں گا“ فریدی نے اس کے کانڈ سے پہاڑ رکھتے ہوئے کہا۔
وہ فریدی کا ہاتھ جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

”مگر اؤنبیں..... میں تمہیں گرفتار نہیں آیا۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”خاموشی

سے بینے جاؤ، ورنہ اس طرح اچھل کو دوسروں کو مخلوق کر رہی ہے، وہ دیکھو لوگ ہمیں گھورنے لگے۔“

اس آدمی نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اپناروئی یکسر بدلتا اب وہ نہایت گرم جوشی کے ساتھ ہاتھ ملا رہا تھا۔ دونوں بنتے ہوئے بینے گئے۔ فریدی نے بیرے کو بلاؤ کر آرڈر دیا۔

”کہو..... کلکتے سے کب آئے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کئی دن ہوئے۔“ اجنبی نے جواب دیا۔

”مجھے چانٹا بینک کے ڈاک کے کامال معلوم ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن تم مطمئن رہو معمولی قسم کی پورروں یا ڈاکوؤں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

اجنبی خاموش بیٹھا ستارا ہوا۔

”کیا تم اسی وجہ سے دہائی سے چلے آئے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں..... دہائی کی میں اتنی بہت نہیں کہ مجھ پر ہاتھ اٹھا سکے۔“ اجنبی جوش میں بولا۔

”آدمی دلیر ہو..... یہ تو میں مانتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

انتہے میں بیر اطلب کی ہوئی چیز لے کر آگیا۔

”لو بھی چائے پیو.....!“ فریدی نے اس کے کپ میں چائے اٹھانے ہوئے کہا۔

”شکر یہ.....!“ اجنبی مسکرا کر بولا۔ ”لیکن اس عنایت کا مطلب مجھ میں نہیں آیا۔“

”سنوارا! میں بھی آدمی ہوں..... مجھ پر ہر وقت سراغ رسانی کا بھوت نہیں سوار رہتا اور پھر تم دیے ہی مجھے جانتے ہی ہو کر میں کتنا سو شل آدمی ہوں۔“

”بہت اچھی طرح.....!“ اجنبی طفریہ انداز میں بولا۔

”تمہارے لبجو سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تمہاری بدگانی دور نہیں ہوئی۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ حقیقت ہے.....!“ اجنبی نے کہا اور چائے پینے لگا۔

”چیخڑی.....!“ فریدی نے چیخڑی کی پلیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تم غلط نہیں جھلا ہو۔“

”ہو سکتا ہے۔“

”ویکھو مجھکار اس حقیقت سے تمہیں انکار نہ ہوتا چاہے کہ اس وقت تم میرے قبضہ میں ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پاہر کافی تعداد میں پولیس کے جوان موجود ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ اجنبی سنجھل کر بینڈ گیا۔

”لیکن ایسی کوئی بات نہیں۔“ فریدی ہنسنے لگا۔

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔“ اجنبی الجھ کر بولا۔

”کچھ بھی نہیں..... صرف دوستانہ بات چیت..... یہ تو سوچو کہ ہم تقریباً پانچ سال بعد ملے ہیں۔“

”اور جیسے آپ نے یہ پانچ سال کا عرصہ میرے لئے تزپ تزپ کر گزارا.....!“ اجنبی بوس کر بولا۔

فریدی بھی ہنسنے لگا۔

”بس تمہاری گفتگو کا بھی انداز بھجھے پسند ہے۔“ فریدی نے ہنسنے لگا۔

”شکریہ۔“ اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ ”میں آپ کی ان چکنی چپڑی بانوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں، لیکن میں آپ سے حق کہتا ہوں کہ میرا ان لاشوں سے قطعی کوئی تعلق نہیں، جو آپ کے پھانک پر پالی گئی تھیں۔“

”بخت اتم بڑے ذہین ہو..... اچھا تمہارا ان لاشوں کے متعلق کیا خیال ہے۔“

”وہی جو آپ کا ہے۔“

”یعنی.....!“

”اس معاملے میں کسی بہت عی گھرے تم کے بزرگوار کا ہاتھ ہے۔“ اجنبی بولا۔

”بہت اچھے۔“ فریدی نے اس کی پیونہ ٹھوکنگتے ہوئے کہا۔ ”وہ تو نمیک ہے لیکن یہ بتا ہے کہ تم یہاں بھیس بد لے ہوئے کیوں گھوم رہے ہو اور یہاں آنے کا مقصد۔“

”آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں سے کیوں بھاگا تھا۔ ایسی صورت میں بھیس بد۔! بغیر میں یہاں کیسے آسکتا تھا۔“

”مگر اس لڑکی کا کیا ہوا جسے تم لے بھاگے تھے۔“ فریدی نے کہا۔

”دیکھئے آپ پھر غلط تم کے سوالات کر رہے ہیں۔“ اجنبی جلدی سے بولا۔ ”میں اسے

نہیں لے جھاگا تھا بلکہ وہ خود مجھے بھگا لے گئی تھی۔“

”چلو سبکی سکی۔“ فریدی نے کہا۔ ” غالباً وہ تمہارے ہی ساتھ ہو گی۔“

”نہیں.....!“ اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ ”مکلتے سے وہ ایک دوسرے آدمی کو بھگا لے گئی۔

دراصل اس نے واقعی طور پر اپنے بوڑھے اور دولت مند شوہر سے چیچھا چھڑانے کے لئے مجھے آر کا رہنا یا تھا۔“

”بہر حال یتھارے رائے بہادر مفت میں مارے گئے۔“

”وزرا آہستہ بولئے۔“ اجنبی نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ معاف کرنا۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہاں تم نے اپنے یہاں آنے کی وجہ نہیں بتائی۔“

”کیا کبھی مجھے گاسن کر..... آپ کو فہری آئے گی۔“

”اچھا.....!“ فریدی نے صحابات لجھ میں کہا۔ ”بھلا بھی کیوں آئے گی۔“

”بات ہی انکی ہے۔“

”پھر بھی.....!“

”آپ نے سا ہو گا کہ آج کل میزروں میں ایک اجنبی رقصہ آئی ہوئی ہے۔“ اجنبی نے

قدارے پھینکاتے ہوئے کہا۔

”ہاں ساتھ ہے..... پھر.....!“ فریدی اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

”میں مکلتے سے اس کا بیچھا کرتا ہوا آرہا ہوں۔“ اجنبی نے کہا۔

”کیا بہت زیادہ مالدار ہے۔“ فریدی نے دیچپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”آپ پھر غلط سمجھے۔“ اجنبی جلدی سے بولا۔ ”میں دراصل.....!“

”اوہ سمجھا.....!“ فریدی پس کر بولا۔ ”شاید اس پر عاشق ہو گئے ہو۔“

”چلے ہی سمجھو لجھ۔“ اجنبی بھی ہنسنے لگا۔

تحوڑی دیر کے لئے دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر اپاٹک اجنبی بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آخر آپ کا مطلب کیا ہے۔“

”اُبھی شاید تمہارا طینان نہیں ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”بھلا کیسے ہو سکتا ہے..... جب کہ آج کل میرا ورنٹ جاری ہے۔“

خطرناک بوزہا

”پھر مجھے اس سے کیا۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم جانتے ہو کہ میں معمولی معاملات میں قطعی دیکھنی نہیں لیتا۔“

”میں یہ بھی جانتا ہوں..... لیکن.....!“

”میرا اس طرح پیش آئنا مصلحت سے خالی نہیں۔“ فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

”جی ہاں.....!“ اجنبی نے سر ہلاتے ہوئے جلدی سے کہا۔

”فرض کرو..... میں تم سے کوئی کام لیتا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”ببر، چشم..... میں اپنے لئے باعث فخر سمجھوں گا۔ بشرطیکہ اس میں کوئی چال نہ ہو۔“

اجنبی نے کہا۔

”خبر جب تمہیں اطمینان نہیں ہوتا تو جانے دو۔“ فریدی نے کہا اور پچھے سوچنے لگا۔

”اس کام کی نویت.....؟“ اجنبی نے تھوڑی لا یر بعد کہا۔

”یہ ابھی نہیں بتا سکتا۔“ فریدی بولا۔ ”تو تم بھی وہیں میشوں میں مخفیہ ہو گے۔“

”ظاہر ہے.....!“ اجنبی مسکرا کر بولا۔

”اچھا تو پھر میں آج شام کو میشوں آؤں گا..... ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ تمہاری پسند کیسی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ضرور ضرور..... میں آپ کا انتظار کروں گا۔ اکیلے ہی آئیے گا۔“

”نہیں..... میرے ساتھ میرا اسٹنٹ حمید بھی ہو گا۔“

”اچھا تو میں ایک میز پہلے ہی مخصوص کروں گا... کیونکہ آج کل بھیڑ زیادہ رہتی ہے۔“

”بہت اچھا.....!“ فریدی نے کہا اور کاؤنٹر پر بل ادا کر کے باہر نکل گیا۔

اجنبی بھی انہا اور فتح پاٹھ پر کھڑا ہو کر جاتے ہوئے فریدی کو حریت سے دیکھنے لگا۔ اچاک

فریدی لوٹ پڑا۔

”ایک بات تو بھول ہی گیا۔“ فریدی اس کے قریب آگر بولا۔

”فرمائیے۔“

”تمہارا موجودہ نام کیا ہے۔“

”لوگ مجھے پروفسر جاوید کہتے ہیں۔“

”بہت خوب..... اچھا تو پھر آئندہ بجے ملاقات ہو گی۔“
”ضرور.....!“

فریدی اس سے ہاتھ ملا کر چل پڑا۔

ایک تصویر ایک خط

میڑو ہوٹل کا وسیع ہال شہر کے فیشن سٹبل اور ذی حیثیت طبقہ کے افراد سے کچھ بھی بھرا ہوا تھا۔ آج اپنی رقصہ کا اچھل پروگرام تھا۔ کچھ میزیں خالی نظر آری تھیں، لیکن بہترے لوگوں کی واپسی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ پہلے ہی سے ”محصول“ کرائی جا چکی ہیں۔

فریدی اور حید بہترین سوٹوں میں ملبوس میڑو ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے، فریدی کی نگاہیں شکر کو علاش کر رہی تھیں۔ دفتار ایک جگہ اس کی نظریں رک گئیں۔ شکر ہاتھ انھائے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا، دونوں جلدی جلدی قدم انھاتے ہوئے اس کی میز پر پہنچے۔

”پروفیسر جاوید اور سرجنت حید.....!“ فریدی نے شکر اور حید کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ دونوں نے ہاتھ ملاتے ہوئے

چدر سکی جملے کہے اور بینچ گئے، شکر نے پیرے کو بلا کر آرڈر دیا۔

حید کی نگاہیں بار بار اٹھ کی طرف انھوں نے تھیں۔ اُسے حرمت تھی کہ آخر آج فریدی کو یک یک تفریح کی کیوں سو جبھی اور تفریح بھی کیسی ایک خوبصورت عورت کا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ پروفیسر جاوید کون ہے کہاں سے آیا ہے اور فریدی کا کس قسم کا دوست ہے۔ کیونکہ اس نے فریدی کی زبان سے اس کا تذکرہ کبھی نہیں سنائا۔

تحوڑی دیر کے بعد سارہ ہال آر کسٹر اسکی آواز سے گونج انھا۔ کو کہ موسمی غیر ملکی تھی لیکن انواع و اقسام کے سازوں کی ہم آہنگی نے ایک ایسی فضا پیدا کر دی تھی جو کم از کم مغربی طرز کے ہندوستانیوں کے لئے نئی نئی تھی۔ اپنی رقصہ اپنے ڈھیلے ڈھالے ریشمی لباس میں ہلکوڑے لئے

ہوئی اسٹچ پر نمودار ہوئی۔ یہ لوگ جس میز پر تھے وہ اسٹچ سے تمہارے عین قابضے پر تھی۔ رقص صد کے دل آدمی خدو خال یہاں سے صاف نظر آرہے تھے۔ فریدی کافی دلچسپی لے رہا تھا۔

”کوسائی کی طرز جدید.....!“ وہ زیر لب بڑا بڑا۔

”جی.....!“ شکر چونکہ پڑا۔

”اعین کا دہقانی رقص کچھ نئی تبدیلوں کے ساتھ۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”میں تمہارے انتخاب کی دادو یعنے بخیر نہیں رہ سکتا۔“

حید ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”شکر یہ.....!“ شکر بولا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد پرده گرا دیا گیا۔ سارا ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔ اسی شور میں فریدی کو کسی کی آواز سنائی دی، جو نرمی طرح چین رہا تھا۔

”سرخ.....سرخ.....سب کچھ سرخ..... یہ کیسی سرنخ ہے۔“

فریدی چونکہ پڑا۔ ایک آدمی چینخا چلاتا ہوا صدر دروازے کی طرف بھاگا چاہا تھا۔ ”شاید زیادہ بی گیا ہے۔“ کئی میزوں سے آوازیں آئیں۔

فریدی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اب تک ”سرخ سرخ“ کی چینیں سنائی دے رہی تھیں۔

”حید جلدی کرو۔“ فریدی کہتا ہوا اس آدمی کے پیچے لپکا۔ اس نے ایک اور شخص کو بھی اس کے پیچے جاتے ہوئے دیکھا، حید اور شکر دونوں اٹھ کر آگے گے بڑھے۔

باہر نکل کر دسرے آدمی نے چینے والے کو پکڑا اور اسے لے جانے کے لئے کھینچنے لگا۔

”کیا بات ہے.....!“ فریدی نے دونوں کے قریب پہنچ کر کہا۔

”آپ سے مطلب.....!“ دوسرا آدمی درشت لبھ میں بولا۔

مدھوش آدمی قہقهہ لگا کر بولا۔ ”تم بھی سرخ ہو..... میں بھی سرخ ہوں، سب کچھ سرخ ہے۔“

”دیکھو مسٹر سید جی طرح بات کرو۔“ فریدی گرج کر بولا۔

”تم کون ہوتے ہو ہمارے معاملات میں دخل دینے والے۔“ اس نے کہا۔

”ابھی بتاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر فریدی نے گردن پکڑا۔

وہ گردن چھڑانے کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔ اس سلسلے میں اس نے فریدی کے دو تین
کے بھی رسید کے لیکن فریدی کی گرفت سے نکل جانا آسان کام نہ تھا۔

”تم دونوں اسے کار میں لے کر فوراً گھر جاؤ..... میں ابھی آتا ہوں۔“

دونوں نے مدد ہوش آدمی کو زبردستی کار میں بٹھالا اور فریدی کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔
فریدی اس آدمی کو گردن سے پکلائے ہوئے قریب کے تھانے کی طرف لے چلا۔

سب اپنکڑا سے اس حال میں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

”رشید اسے بند کر دو..... مجھے جلدی ہے ابھی آتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے گردن
پکلائے ہوئے آدمی کو فرش پر دھکیل دیا۔
”جب تک کے لئے۔“ رشید نے پوچھا۔

”جب تک میں واپس نہ آؤں۔“ فریدی نے دروازے سے نکلتے ہوئے کہا۔

اس نے بہت سے یہوں خریدیے اور ایک ٹیکسی کر کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

مدد ہوش آدمی صوفے پر پڑا گھرے گھرے سانس لے رہا تھا۔ حمید اور شکر اس پر بھکے ہوئے تھے۔
”آسے تو نہیں ہوئی۔“ فریدی نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں.....!“

حمدیت کا نام سن کر چوک پڑا۔

”تے..... کیا مطلب.....!“

”ابھی بتانا ہوں.....“ فریدی نے کہا۔ ”اس کا منصب چیرو..... جلدی کرو۔“

حمدیت منہ کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کے دانت ایک دوسرے پر جم کر رہ گئے۔ بنزار
وقت وہ منہ کھولنے میں کامیاب ہوا۔ فریدی نے سارے یہوں کاٹ کر اس کے حلن میں
نچوڑ دیئے اور ایک کرسی تھیٹ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ شکر اور حمید سمجھ رہے تھے کہ شاید
فریدی نے اس کا نثار کم کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے ہوش میں آنے
کا انتظار کر رہے تھے۔ دھنٹا اس کے منہ اور ناک سے ہرے رنگ کا پانی بننے لگا۔

”اوہ.....!“ فریدی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ”میرا خیال سمجھ نکلا۔“

”یعنی.....!“ حمید جلدی سے بولا۔

”ابھی بتاتا ہوں!“ فریدی نے کہا اور بے ہوش آدمی کی طرف دیکھنے لگ۔
”مگر سب لا حاصل۔“ وہ تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ ”اس کی جان توچ گئی تھیں ہمارے لئے
بے سود۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ حمید نے کہا۔
”مگر باتے کیوں ہو بتاتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”بس یہ سمجھ لو کہ اگر اتفاق سے یہ
ہمارے ہاتھ نہ لگ جاتا تو ہمیں اس کی لاش بھی اپنے پھانک پر دیکھنی پڑتی۔“
حمدید اور شکر اپنی اپنی جگہوں پر اچھل پڑے۔
”وہ کیسے!“ حمید تیزی سے بولا۔

”ٹھہرو!“ فریدی سکوت کے ساتھ بولا۔
اس نے اٹھ کر اس کی صبوح کی ٹلاشی لئی شروع کی۔

چند کاغذات اور کچھ سکے نکال کر اس نے میز پر ڈال دیئے اور ایک ایک کر کے کاغذات کا
مطالعہ کرنے لگا۔ دفعتوہ چونکہ پڑا۔

”تو بھی شاید یہ صاحبزادے عشق بھی فرماتے تھے۔“ فریدی نے ایک چھوٹی سی
تصویر اور ایک کاغذ کا ٹکڑا حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

شکر بھی دیکھنے کے لئے جگ پڑا۔ دفعتاً اس کے منہ سے چھپتا انداز میں ایک ہلکی سی چیز
نکل گئی۔

”ارے یہ تو وہ ہے!“ شکر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”کون!“ فریدی چونکہ کارس کی طرف دیکھنے لگا۔

”پروفیسر نصیر کی بیٹی رقی!“

”پروفیسر نصیر کون پروفیسر نصیر!“

”وہیں میڑو میں رہتا ہے اس نے چھپ مطالعہ کرنے کی غرض سے دہاں ایک کرہ
لے رکھا ہے۔“

”اوہ!“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”پروفیسر نصیر کیا تمہاری اس سے جان
پھیلانے ہے۔“

”بہت معمولی سی۔“ شکر بولا۔

”میاڑ کی بھی اس کے ساتھ رہتی ہے۔“

”نہیں.....!“

فریدی نے کاغذ کا ٹکڑا اور تصویر حمید کے ساتھ سے لے لی۔

”یہ خط ہے..... بہت دلچسپ۔“ فریدی نے کہا اور خط پر ہٹنے لگا۔

”ٹوئیر سعید.....!“

آج شام کو میزرو میں طو، اور ہاں میری وہ تصویر بھی لیتے آتا، جو میں نے تمہیں دی تھی۔

میری ایک سینگھ اسے دیکھنا چاہتی ہے۔ میں اسے دکھا کر تمہیں پھر واپس کر دوں گی۔ چچا جان تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ فقط۔

فریدی خاموش ہو گیا۔

”ایک دلچسپ جال.....! وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔“ محبت کی سینگھ بڑھانے کے لئے اس نے اسے اپنی تصویر دی اور پھر نہایت خوبصورتی کے ساتھ واپس لینا چاہتی ہے تاکہ اس کے مر جانے کے بعد اس کے یہاں سے کوئی اسکی چیز نہ دستیاب ہو سکے، جس کے ذریعہ مجرموں کا سراغ ملنے کا امکان ہو..... مگر افسوس کہ کسی وجہ سے پلاٹ ناکام رہتا۔“

”آخر آپ پہلیاں کیوں بخوار ہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”ابھی فی الحال وضاحت کے لئے وقت نہیں۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”تم نہیں اس کے پاس مٹھر دے..... نوکروں کو بھی نہیں بلاؤ۔ کیونکہ یہ ہوش میں آنے کے بعد بھی ہوش میں نہ رہے گا۔ نہیں سمجھے! اس کا داماغی توازن تھیک نہیں ہو گا۔ لیکن خیال رہے کہ یہ نکل کر جانے شپائے..... اور تم شکر..... اور..... چاویدہ میرے ساتھ آؤ۔“

فریدی شکر کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد فریدی کی کار میزرو کی طرف جاندی تھی۔

”ہم کہاں جا رہے ہیں.....؟“ شکر نے پوچھا۔

”میزرو.....!“

”کیوں.....؟“

”پر و فیر نصیر اور اس کی بیٹی۔“

”اوہ.....!“

پھر خاموشی چاہی۔ کار شہر کی پرود فن سڑکوں سے گذر رہی تھی۔

”ترے یہ کیا.....؟“ دفعہ تھکر چیند

”کیا.....!“

”تھکر نے میزو ہوٹل کے ایک حصے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے شعلہ نکل رہے تھے۔“

”آگ.....!“ فریدی جلدی سے بولا۔ ”یہ آگ کیوں۔“

اس نے فٹ پاتھ پر کار کھڑی کر دی۔ لوگ میزو سے نکل نکل کر بھاگ رہے تھے۔ باہر کھڑے ہوئے آدمی نبڑی طرح جیڑا ہے تھے۔ پولیس بھی آگئی تھی۔

فریدی اور تھکر اندر گھننے لگے۔

”کیا ہے..... کون ہوتا لوگ۔“ ایک سب انسکڑان کا راست روک کر کھڑا ہو گیا۔

فریدی نے اپنے چہرے پر جھکے ہوئے قلث ہیٹ کا گوشہ اختیاریا۔

”اوہ آپ.....!“ سب انسکڑا ایک طرف ہتا ہوا بولا۔

وہ دونوں تیزی سے اندر گھس گئے۔

”نصیر کا کمرہ.....!“ فریدی نے کہا۔

”اوہ.....!“ تھکر بولا۔ اور دونوں ایک طرف کے زینوں پر چڑھنے لگے۔

”اوہ.....!“ تھکر رک گیا۔

”کیا.....!“

”اُسی کے کمرے میں آگ لگی ہے۔“

”پڑ دل کی بو.....!“ فریدی بولا۔ ”آگ دید“ وانت لگائی گئی ہے، مگر کیوں۔“

دونوں نے آگے بڑھنا پا لیکن آگ کی پیش اتنی تیز تھیں کہ قدم بڑھانا حال معلوم ہو رہا تھا۔ یہاں اس جگہ بھی کافی جمع ہو گیا تھا۔

تحوڑی دیر بعد آگ بجانے والے انجمن آگئے اور کچھ دیر کی جدو جہد کے بعد آگ پر قابو گیا۔ فریدی اور تھکر آگے بڑھ کرے کے دروازے اور کھڑ کیاں جل کر کو ملے ہو چکی

تھیں..... اندر کا سار اسماں بھی انگاروں کے ذمیر میں تبدیل ہو گیا تھا۔

”بے کار بے سود۔“ فریدی آہستہ سے بڑھ لیا۔ ”وہ لوگ صاف نکل گئے۔“

”می.....!“ شکر چونکہ کربولا۔

”خیر کوئی پر واد نہیں، ابھی ایک کڑی ہمارے ہاتھ میں ہے۔“ فریدی نے کہا اور زینوں سے نیچے اترنے لگا۔ ”آؤ شکر تھانے چلیں۔“

سب انپکڑ انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کہنے کوئی اور خدمت.....!“ وہ فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

”ذرا اُسے لاو.....!“ فریدی نے کہا۔

”کے.....!“ سب انپکڑ محبوبہ انداز میں بولا۔

”یہی جسے میں تمہارے پر دکر گیا تھا۔“

سب انپکڑ ہنسنے لگا۔

”اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔“ فریدی اُسے گھور کر بولا۔

سب انپکڑ اور ذرے سے ہنسنے لگا۔

”کیا الغورت ہے۔“ فریدی تقریباً چیخ کر بولا۔

سب انپکڑ خاموش ہو گیا۔ وہ حیرت سے فریدی کو دیکھ رہا تھا۔

”آخر بولنے کیوں نہیں۔“ فریدی پھر بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر میں اسے کیا سمجھوں۔“ سب انپکڑ لمحے ہوئے

انداز میں بولا۔

”عجیب آدمی ہوتم..... آخر سید ہی طرح بات کیوں نہیں کرتے۔“ فریدی بگڈ کر بولا۔

”جناب والا.....!“ بھی ابھی آپ خود ہی تو اسے لے گئے ہیں۔“ سب انپکڑ بھی کچھ گرم

لمحے میں بولا۔

”می.....!“ فریدی اچھل پڑا۔

”می ہاں.....!“ سب انپکڑ نے کہا اور ناخن ٹکوار انداز میں دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

”تب تمہیں دھوکا دیا گیا ہے۔“ فریدی نے پر سکون لمحے میں کہا۔

”دھوکا..... کیا مطلب۔“ سب اسپکٹر چوڑکا۔

”میرے بھیں میں کوئی اور اسے اڑا لے گیا۔“

”آپ مذاق کر رہے ہیں۔“ سب اسپکٹر گھبرا کر بولا۔

”میاں سے لے جانے والا تھا تھا۔“

”جی ہاں..... مگر..... مگر..... آپ.....!“

”ہاں بھی یقین کرو کہ تمہیں دھوکا دیا گیا ہے۔“

تموڑی دری بعد فریدی اور شنکر بے نسل و مرام گھر کی طرف لوٹ رہے تھے۔

لاشوں کاراز

فریدی اور شنکر گھر پہنچ۔ وہ آدمی بیدار ضرور ہو گیا تھا لیکن اس کی حالت اُسکی نہیں تھی کہ اسے ہوش میں کھا جا سکتا۔ اس کے بیدار ہوتے ہی حمید کو بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اگر چند نوکر بھی اس کے ساتھ نہ ہوتے تو وہ اسے کسی طرح نہ روک پاتا کیونکہ اس نے اٹھ اٹھ کر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ آخر تھک آکر حمید نے توکروں کی مدد سے اُسے صوفے میں جکڑ دیا تھا۔

جس وقت فریدی اور شنکر گھر میں داخل ہوئے وہ بُری طرح چیز رہا تھا۔

”میں ناج سکتا ہوں.....!“ وہ حشیانہ انداز میں قہقہہ لگاتا ہوا بولا۔

”اُجتنی رقص کی طرح..... میں نے سیکھ لیا ہے..... پچانے مجھے سب کچھ سکھا دیا.....!“

”تم نے دیکھا.....!“ فریدی شنکر کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ”تم کہہ رہے تھے کہ اس سے سب کچھ معلوم ہو جائے گا..... اور میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ہوش میں آنے کے بعد بھی ہوش میں نہ ہو گا۔“

”آخر یہ سب ہے کیا۔“ حمید بھنجھا کر بولا۔ ”خواہ خواہ ایک خبلی آدمی کو پکڑ لائے اور

میرے سر منڈھ دیا۔"

"دھیرج..... دھیرج..... برخوردار.....!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پھر ختر سے بولا۔ "میڑو میں آگ لگانے کا مقصد میری سمجھ میں آگیا۔"

ختر اس کی طرف استفهامی انداز میں دیکھنے لگا۔

"وہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہم ابھی دوبارہ میڑو میں واپس آئیں گے کیونکہ وہ اس کی جیب سے تصویر اور خط نہیں نکال پائے تھے۔ انہوں نے تم کو بھی ہمارے ساتھ دیکھا اور یقین کر لیا کہ تم اس تصویر کو دیکھ کر ہم لوگوں کے متعلق ضرور بتاؤ گے۔ یا پھر ممکن ہے کہ انہوں نے تمہیں بھی جاسوس سمجھا ہو۔ ہاں تو انہوں نے میڑو میں اس لئے آگ لگائی کہ ہمیں اس میں الجھا کر اپنے اس آدمی کو نکال لے جائیں جسے ہم نے تھانے میں بند کروادیا تھا اور وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔"

"مگر..... مگر....." ختر بے صبری سے صوفے میں بندھے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "یہ کون ہے۔"

"ایک مظلوم.....!" فریدی نے جواب دیا۔ "اگر یہ ہمارے ہاتھ اتفاق سے نہ گل جاتا تو کل اس کی لاش کی پوست ملادھ رپورٹ بھی ہمیں سرگی اور ہادث فیل وغیرہ کی کہانی سناتی۔"

"اوہ..... لیکن آپ نے اس کا اندازہ کیے لگا۔" حمید جلدی سے بولا

"اپنی معلومات کی بناء پر۔" فریدی بولا۔ "اچھا تاکہ یہ ہوش میں چیزیں کر کیا کہہ رہا تھا۔"

حید سوپنے لگا۔ صوفے میں بندھا ہوا آدمی کافی دیر تک چیزیں رہنے کے بعد ٹھوک ہوا کر اوٹکھنے لگا تھا۔

"میرے خیال میں یہ سرخ سرخ کی رث لگائے ہوئے تھا۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "ٹھیک.....!" فریدی بولا۔ "اس زہر کی سب سے بڑی بیکھان یہی ہے کہ اس کے شکار کو جب تک وہ زندہ رہتا ہے ہر چیز سرخ دکھائی دیتی ہے۔"

"زہر.....!" حمید قفر بیا چھل کر بولا۔

"ہاں زہر..... اور یہ اپنی ٹھم کا واحد زہر ہے۔ تم نے دوسرے زہروں کے متعلق سننا ہوا گا کہ اگر زہر کھائے ہوئے آدمی کو فور آتے ہو جائے تو اس کے قیچی جانے کے امکانات پیدا ہو جاتے

ہیں، لیکن اس زہر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تھے ہوتے ہی آدمی مر جاتا ہے اور اگر کسی طرح قرروں کی دلی چائے تو پھر نہیں مرتا۔ لیکن زندگی بے کار ہو جاتی ہے، کیونکہ اُسی صورت میں اس کا پاگل ہو جانا چاہیے۔“

”مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے الف لیلی میں ایک کہانی اس قسم کی پڑھی تھی۔“ حمید نس

کربولا۔

”تم احمق ہو۔“ فریدی نے جھینچلا کر کہا۔

تموزی دیر ٹک خاموشی رہی۔

”میں ابھی آیا.....!“ فریدی نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ چند ٹھوٹوں کے بعد جب وہ لوٹ کر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جس کی چجزے کی کرم خورده جلد باتاری تھی کہ وہ بہت پرانی ہے۔ فریدی ایک کرسی پر بیٹھ کر بہت اختیاط سے اس کے وزق التئے لگا۔

”اس کتاب کا نام ہے..... افریقہ کے کچھ راز“ یہ دراصل گلبرٹ ناٹی ایک پادری کی ذرا ری ہے جو انھاروں میں صدی میں افریقہ کی سیاحت کر رہا تھا۔ فریدی نے کتاب کے کچھ مخصوص صفحات پر روشنائی سے نشانات لگائے ہوئے تھے کھولتے ہوئے کہا۔
شکر اور حمید خاموشی سے من رہے تھے۔

فریدی نے پڑھنا شروع کر دیا۔

”وہ جس نے مریم کے جلد میں اپنی روح پھونک دی، وہ جس نے اپنے بیٹے کو ظالموں سے رہائی دلا کر اپنے پاس آسمان پر بala۔ وہ جو حشر کے دن ہماری پیشانوں پر اپنے بیٹے کی غلامی کا داع غدیکھے گا..... اس کی علت..... اور اس کی بزرگی کا احساس افریقہ کے پہاڑ جنگلوں میں ہوتا ہے..... ہم دشوار گذار راستے طے کر کے اسکی جگہ پہنچے ہیں جہاں زولو قوم بستی ہے۔ ہمارے پاس کو سامنی کی نشانی تھی۔ کو سامنی..... موبوتو قلبے کا سردار ہے۔ میں نے اسے کالے بخار سے نجات دلاتی تھی۔ اس نے خوش ہو کر مجھے اپنی نشانی دی تھی اور نشانی کا احراام کرنے والے مجھے اس علاقے میں ہر جگہ نظر آئے، ان لوگوں کا خیال ہے کہ کو سامنی ان کے سب سے بڑے دیوباتی سارخ بندر کی اولاد ہے۔ وہ اس سے اس طرح خوف کھاتے ہیں میںے اپنے دیوباتے۔ ہم لوگ زولو قوم کے افراد میں اس وقت پہنچے جب وہ اپنا سب سے بڑا تھوا رہا نے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

ہمیں بھی اس میں شرکت کرنے کی دعوت دی گئی، ہم اس جگہ پہنچے جہاں تھوڑا منایا جانے والا تھا۔ یہاں ایک بہت بڑا بست رکھا ہوا تھا جس کے بیرون کے پاس تقریباً پاندرہ گز کے رقبے میں آگ روشن تھی۔

بہت سے نیم عربیاں مردار اور عورتیں دارہ بناتا کہ اس کے گرد اچھل کو درہ ہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد قوم کا سردار ایک تخت پر نمودار ہوا۔ جسے کچھ لوگ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ سردار کے سامنے تخت پر ایک آدمی رسیوں سے بکڑا ہوا پڑا تھا۔ یہ اس قوم کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ غالباً یہ کوئی قیدی تھا۔ آگ کے گرد خاموشی سے اچھلنے کو دنے والوں میں سے ایک نے بلند آواز میں کچھ کہا اور وہ لوگ چیخ چیخ کر گانے لگے۔ باقی لوگ بجدوں میں گر گئے۔ ذھول نری طرح پیشے چار ہے تھے۔ ناپنے والوں میں دھیان پن آچلا تھا۔ دفعہ سردار نے اپنے سامنے رکھا ہوا ایک سینگ انھا کر ہوتوں میں دبایا اور اسے پوری طاقت کے ساتھ پھوٹکنے لگا۔ اس سینگ سے نکلنے والی آواز کی بدرجہ کی آواز سے مشابہ تھی۔ یہ آواز سختی سی ننانا چھا گیا۔ بجدوں میں پڑے ہوئے لوگ انھ کر دوز انو ہو گئے۔ آگ کے گرد ناپنے والے دائرے بناتا کر کھڑے ہو گئے۔ ناپنے والوں میں ایک آدمی جو شاید پر وہت تھا آگے بڑھا اور اس نے بت کے قدموں کے پاس سے ایک کلہاڑی انھائی اور اسے بوسر دیا اور دونوں ہاتھوں پر انھا کر سردار کے سامنے لایا۔ سردار تخت سے اتر اور پر وہت کے سامنے ایک گھٹنا ٹک کر کلہاڑی کو بوسر دینے لگا اور پھر وہ کلہاڑی پر وہت سے لے کر اس طرح تاں کر کھڑا ہو گیا جیسے وہ کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہو۔ پر وہت نے سجدے میں گر کر سردار کے دونوں پیر چومنے اور پھر آگ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

سردار تھوڑی دیر تک کلہاڑی تانے اور آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔ پھر دفعہ اس نے ایک بھیک چیخ ناری اور کلہاڑی کو جانچا کر اچھلنے کو دنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ کچھ گاتا بھی جا رہا تھا۔ رفت رفت وہ لوگ بھی اس کے قریب آگئے جو آگ کے پاس کھڑے ہوئے تھے وہ سردار کے گرد دائرہ بناتا پنے لگا، سردار رک رک کر کچھ کہتا جادھا تھا جسے یہ ناپنے والے دھراتے تھے۔

اسی دوران میں چند آدمی اس بندھے ہوئے آدمی کو جو تخت پر پڑا تھا کلہڑی کے ایک پیالے میں بھری ہوئی کوئی چیز پلانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس آدمی کے روپیے سے معلوم ہو رہا تھا

جیسے وہ اسے نہیں پینا چاہتا۔ آخر ان لوگوں نے اسے بالکل بے بس کر کے زبردستی وہ سیال شے اس کے حل میں انہیں طلبی شروع کی۔

پھر اس کی رسیاں کھول دی گئیں اور وہ بینچ کر جھومنے لگا۔ دو تین آدمی اسے اٹھا کر اس جگہ لائے جہاں سردار کے گرد ناج ہوا تھا۔ ان لوگوں نے اسے بھی انہیں کی بھیز میں دھکیل دیا۔ تاپنے والوں کی چیزوں پہلے سے بھی زیادہ ہو گئیں وہ شخص بھی انہیں کے ساتھ مل کر اچھلنے کو دنے لگا۔ ناج کی رفتار لخت پر لخت تیز ہوتی جادی تھی۔ وفتحا قیدی کو ایک بڑی سی قے ہوئی اور وہ گرپڑا۔ تاپنے والوں نے اچھل اچھل کر قبیلے لگانے شروع کر دیئے۔ گرنے والا تھوڑی دیر تک ترپارہ پھر ایک جھیکے کے ساتھ اس کی گردان ایک طرف ڈھلک گئی۔

چند آدمیوں نے اس کی لاش اٹھائی اور دیوٹا کے گرد چکر لگانے لگے اور..... پھر (خدا) ان پر اپنا قہرہ نازل کرے۔ انہوں نے اسے دکھتی ہوئی آگ میں پھینک دیا۔ میں نے اور میرے سفید قام ساتھیوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ہم لوگ وہاں سے اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے۔

ہمارے سیاہ قام رہبر پوچھی نے جس کے سیاہ بینے میں ایک نورانی دل ہے جس پر خدا کے بینے نے اپنی رحمتیں نازل کی ہیں تو فی پھونٹی عربی زبان میں ہمیں بتایا کہ اب وہ لوگ اُسے بھون کر کھا جائیں گے۔

اس نے یہ بھی بتایا کہ اسے ایک طرح کا زہر پاایا گیا تھا۔ اس کی اس نے جو خاصیت بتائی وہ عجیب و غریب تھی۔ یہ شمشتی جو ایک جسم کی گماں ہے، سے نکلا جاتا ہے، زہر نکالنے کا طریقہ اس نے قریب قریب وعی بتایا جو ہمارے یہاں کسی چیز کی شراب کشید کرنے کے سلسلے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اسے پی کر آدمی مدد ہوش ہو جاتا ہے اور اس وقت جس چیز کی طرف بھی اس کا ذہن مائل ہو جاتا ہے، وہی کرنے لگتا ہے، اور اس وقت تک نہیں مر تا جب تک کہ اسے قے نہیں ہو جاتی۔

اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے اچھلنے کو دنے پر مجبور کیا جائے۔

اور ایک بات جو اس نے بتائی..... وہ یہ تھی کہ قے ہو جانے کے بعد اس زہر کا ذرہ برابر اڑ جسم میں نہیں رہ جاتا اور یہ وحشی لوگ بغیر کسی خوف کے اس کا گوشت کھا جاتے ہیں۔ یہ ان کے یہاں کی ایک مذہبی رسم ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ کسی دوسری قوم کے آدمی کو پکڑتے ہیں۔

بعض اوقات ایسے آدمیوں کو کچھ دیر کے لئے مرنے سے روک بھی دیتے ہیں۔ یہ عموماً ایسے ہی موقوں پر ہوتا ہے جب انہیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اس ضمن کی کسی رسم کو نیک طرح پر ادا نہیں کر سکتے، وہ اسے یہیوں کا عرق پا کر تے کرنے سے روک دیتے ہیں اور اس رسم کو باقاعدہ طور پر دہرانے کے بعد اسے پھر زہر پالایا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ان کا شکار یہیوں کا عرق پیچنے کے بعد ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے، لیکن پھر وہ زندگی پھر سمجھ الدملغ نہیں ہو سکا۔

اس سلسلے میں ایک اور بات کا تذکرہ بھی دیکھی سے خالی نہ ہو گا وہ یہ کہ اس زہر کے پینے والے کو ہر چیز سرخ دکھائی دیتی ہے۔

”اف میرے خدا۔“ حمید نے کہا اور صوفی میں بندھے ہوئے آدمی کی طرف دیکھنے لگا، جو شاید تقہبت کی وجہ سے سو گیا تھا۔

”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ان لاشوں کو میرے چھانک پر ڈالوادیئے کا کیا مقصد تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”جو لوگ زہر دینے میں اتنی احتیاط برتر ہے ہیں وہ مجھے خواہ مخواہ کیوں چیلنج کرنے لگے۔ اگر واقعی یہ چیلنج ہے تو بڑی عجیب بات ہے کیونکہ میں نے آج تک یہ نہیں سنا کہ کبھی کسی مجرم نے کسی سراغر سماں کو چیلنج کیا ہو۔

”واقعی عجیب بات ہے۔“ شکر بولا۔

”بہر حال یہ لوگ حق نہیں سکتے۔ اس بڑی کی تصویر ہمارے ہاتھ لگ جانا ان کے لئے موت کا پیغام ثابت ہو گا۔“ حمید نے کہا۔

”ایسا نہ سوچو میاں حمید۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اس پار بولے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔“

”اور مجھے بھی کہنے دیجئے کہ وہ لوگ بھی بولے خطرناک آدمی کے جاں میں پھنس گئے ہیں۔“ کیوں حمید صاحب کیا خیال ہے۔ ”شکر ہنس کر بولا۔

”نہیں..... میں کوئی ایسا خطرناک آدمی تو نہیں۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا اور شکر ہنسنے لگا۔ ”اور پروفیسر چاویدھ صاحب۔“ فریدی شکر کو مخاطب کر کے بولا۔ ”مجھے ذر ہے کہ کہیں آپ کی محبوبہ بھی اس گروہ میں شامل نہ ہو۔“

”کیوں.....!“

”مجھے خیال پڑتا ہے کہ کسی سلطے میں اس کی تصویر میری نظروں سے گزرا چکی ہے۔“

”للاٰ کرم کیجئے گا..... اس غریب کے حال پر.....“ شکر نے کہا۔

”یہ کس محبوب کا تذکرہ ہے۔“ حمید نے بے صبری سے پوچھا۔

”آپ سے مطلب.....!“ فریدی نے کہا۔

”میں سمجھ گیا..... غالباً یہ اس رقصہ کا تذکرہ ہے۔“ حمید نے کہا۔

”تو پھر.....!“

”کچھ نہیں..... صاحب آخر اس میں بگلنے کی کیا بات ہے۔“ حمید بولا۔

”مگر اُو نہیں..... اس بار خود میں تمہیں عشق کرنے پر مجبور کروں گا۔“

”کس سے.....!“ حمید جلدی سے بولا۔

فریدی نے لڑکی کی تصویر حمید کی طرف بڑھا دی۔

”بس معاف رکھئے جتاب..... میری جان قاتلو نہیں ہے۔“ حمید نے مگر اکر کہا۔

شکر اور فریدی ہنسنے لگے۔

”تو میں اب چلوں۔“ شکر نے کہا۔

”کہاں.....؟“

”ہوش.....!“

”اسی حماقت بھی نہ کرتا۔ وہ لوگ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔“ فریدی نے کہا۔

”خیر..... میرے کئی اور بھی مुحکمانے ہیں۔“ شکر نے کہا اور دونوں سے ہاتھ ملا کر

رخصت ہو گیا۔

”اب اس کے لئے کیا کیا جائے۔“ حمید نے سوتھے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”تہہ خان.....!“ فریدی نے کہا۔ اگر یہ ہاتھ سے اُٹل گیا تو پھر بڑی دشواری ہو گی۔

”مگر آپ اس سے کیا معلوم کر سکیں گے۔ جب کہ اس کا دماغ ہمیشہ کیلئے خراب ہو چکا ہے۔“

”اب بھی ایک امید باقی ہے۔“

”کیا.....؟“

”ذہنی امراض کا ماہر ڈاکٹر شوکت۔“

"اوہ نحیک.....!" حمید کچھ دیر کر بولا۔ "مگر مجھے تو امید نہیں۔"

"خبر دیکھا جائے گا..... فی الحال اسے تجہ خان میں خل کر دینا چاہئے۔ صح اٹھ کر نوکروں کے سامنے اس طرح کی بد جواہی ظاہر کریں گے جیسے وہ رات ہی میں کسی طرح آزاد ہو کر بھاگ گیا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اس میں گہری رازداری کی ضرورت ہے۔ جس طرح وہ لوگ خانے سے اپنے آدمی کو نکال لے گئے اسی طرح اس کا نکال لے جانا بھی ان کے لئے ہا ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ نوکروں کو کسی طرح دھوکہ دے کر اسے اڑا لے جائیں۔ اس لئے نوکروں کو اس سے لا علم ہی رکھنا زیادہ بہتر ہے۔"

حمد نے معنی خیز انداز میں سر بلایا۔

دونوں نے مل کر سوئے ہوئے آدمی کو جواب جاگ پڑا۔ تجہ خانے میں لے جا کر بند کر دیا۔ اس نے چینے چلانے کی کوشش کی، لیکن فریدی نے اس کا منہ بڑے بے درد ہی سے بند کر دیا۔

حمد نے معنی خیز انداز میں سر بلایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کارپڑی بینہ کر کھینچا چلا گیا۔

ایک ولچسپ حادثہ

دوسرے دن صح سات بجے کے قریب فریدی گھر واپس آیا۔ حمید بستر پر پڑا خبار دیکھ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اچھل پڑا۔
لیجنے جاتا ہے۔ اب ہم وہ بھی آلو بنائے جانے لگے۔ "حمد نے اخبار بڑھاتے ہوئے کہا۔ "فی الحال اس خبر کو ملاحظہ فرمائیے۔"

شہر کی پریلیس سور ہی ہے

"3 رو سب سر اطلاع ملی ہے کہ شہر کا مشبور بد معاشر شکر جورائے بہادر کالی چون کی بیوی کو بھگا لے گیا اور چا ناپینک آف کلکتہ کی ذکری میں بھی جس کا تجھ تھا آج کل شہر میں پر و فیر جاوید

کے بھیں میں آزادی سے گھومتا پھر رہا ہے، یہاں کی پولیس میں اتنی بہت نہیں کہ اسے پکڑ سکے اس میں تھک نہیں کہ اگر یہاں کا جگہ سراغِ رسانی اچھی طرح کامنہ کر رہا ہو تو اس شہر کے باشندوں کی زندگی اچیرن ہو جاتی۔“

اس خبر کے پیچے پروفیسر جاوید کا پورا اپورا حلیہ لکھا ہوا تھا اور یہ خبر کراون نیوز اینجنسی کی تھی۔

”ویکھا جتاب..... ہم لوگ کتنی آسانی سے دھوکہ لھا گئے۔“ حمید طنزیہ انداز میں بولا۔

”آپ سے اس کی جان پہچان کب سے تھی۔“

”یکومت.....!“ فریدی درشت لمحے میں بولا۔ ”ایک بڑے کام کا آدمی ہاتھ سے نکل

گیا۔ یہ بھی بد معاشوں کی ایک چال ہے۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”میں جانتا تھا کہ وہ شکر ہے۔“

”اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ قاتلوں کی ٹولی سے تعلق رکھتا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”یہ غلط ہے..... اس کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”تم کبھی نہیں سمجھو گے۔“ فریدی نے کہا اور اتنے پاؤں واپس چلا گیا۔

اس کی کار کراون نیوز اینجنسی کے دفتر کی طرف تیزی سے بھاگی جادی تھی۔

وہ سید حامنہ نہدے کے کمرے میں چلا گیا۔ یہاں پولیس کے دو تین آفسر پہلے ہی سے موجود تھے۔ فریدی کو دیکھ کر انہوں نے نہ اسامنہ بنتا۔

”میں جانتا ہوں کہ یہ خبر آپ کو کہاں سے ملی۔“ فریدی نے نیوز اینجنسی کے نہادے کی

طرف اخبار بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جتاب والا میں تھک آگیا ہوں اس سوال کا جواب دیتے دیتے..... ایک بار پھر عرض

کرتا ہوں کہ یہ خبر ہمارے یہاں سے ہرگز نہیں گئی۔“

”تو کیا ہوا..... آخر آپ کو کیوں پریشانی ہے۔“ ایک سرکل انپکٹر فریدی سے بولا۔

”اس میں تو آپ کے جگہ کی کافی تعریف ہے۔“

فریدی نے اس کے جملے میں طور کی تھی محسوس کی لیکن کچھ نہیں بولا۔

"بہر حال آپ کو اس کے لئے ثبوت بھی پہنچانا پڑے گا کہ یہ خبر آپ کے یہاں سے نہیں
تھی۔" فریدی نے کہا۔

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ پہلیس میری ایجنسی پر توہین کا مقدمہ چلا گی، لہذا میں عدالت
میں ہی ثبوت وغیرہ پیش کر دیں گا۔" تماندے نے کہا اور قلم اٹھا کر کچھ لکھنے لگا۔
فریدی وہاں سے مارٹنک اسٹار کے دفتر کے لئے روانہ ہو گیا۔

ایڈیشن نے اسے بتایا کہ اسے کراون نوڈز ایجنسی کے تماندے کے دفتر سے یہ خبر ملی اور اس
نے چھاپ دی۔ فریدی نے لاکھ کوشش کی کہ خبر دینے والے کے متعلق معلوم کر سکے لیکن
کامیابی نہ ہوئی۔ وہ حکم ہار کر واپس چلا آیا۔ اسے افسوس تھا کہ ایک ایسا شخص ہاتھ سے نکل گیا کہ
جو قاتمیوں کو پہنچاتا تھا۔ اس کی ساری استکم فلی ہو کر رہ گئی تھی۔

گمراہ پیش کر دیں۔ بہت دیر مکن غور فکر میں جلا رہا۔ آخر کار اس نے سبھی طے کیا کہ سب سے پہلے
شکر کو خلاش کرے۔

اس نے ایک ایک کر کے سارے مقامات چھان مارے جہاں شکر کے ملنے کے امکانات تھے
لیکن مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر کار اس نے کار کارخ شہر کی طرف موڑ دیا۔ اس وقت شہر
کے باہر ایک سنان سڑک سے گذرتے ہوئے وہ اپنی کار کے پیچے ایک موڑ سائیکل کی آواز سن
رہا تھا۔ اس نے گھوم کر دیکھا..... کار کے پیچے کافی فاصلے پر ایک شخص اپنی آنکھوں پر بڑے
شیشوں کا نیا چشمہ لگائے موڑ سائیکل پر چلا آرہا تھا۔ فریدی کا اس طرح مژہنا شخص انقاوتی تھا۔ اس
نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور خیالات میں ڈوب گیا۔ موڑ سائیکل اور کار کا فاصلہ آہستہ آہستہ کم
ہوتا جا رہا تھا۔ دھنٹا موڑ سائیکل والے نے جیب سے روپی اور نکال کر کار کے پیچے پہنچاں پر فائر کرنا
شردی کر دیے۔ فریدی نے کار روک دی۔ دونوں پیچے بے کار ہو چکے تھے۔ اتنے میں موڑ
سائیکل والا روپی اور تانے ہوئے کار کے پر ا بر پیش گیا۔ قبل اس کے کہ فریدی اپناریو اور نکال
نووار دنے اپنے روپی اور کی تاال اس کی کہنی سے لگادی۔

"خبردار..... ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" نووار دگر ج کر بولا۔

"اوہ شکر.....!" فریدی ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے پر اطمینان لجھے میں بولا۔ "مجھے تم سے
اسی کی توقع تھی۔"

”بکومت..... تم نے میرے ساتھ دعا بازی کی ہے اور میں بھی کتنا حق تھا کہ تمہارے فریب میں آگیا..... مگر..... خیر.....!“

”میں اسی لئے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا کہ تمہاری غلط جنہی دور کر دو۔“ فریدی نے کہا۔

”بہت اچھے.....“ شکر نے قہقہہ لگایا۔ ”تم بخوبی ہو کر میں پھر تمہارے دھوکے میں آ جاؤں گا۔“

”مجھے کچھ کہنے بھی تو دو۔“

”کہو گے کیا..... مجھے اس کا افسوس ہے کہ آج مجھ سے پہلا قل سرزد ہوا جا رہا ہے۔“

فریدی مسکرا نے لگا۔

”خیر مر نے سے پہلے مجھے کم از کم ایک کار تو سماں ہی لینے دو۔“ فریدی بس کر بولا۔

”بس..... بس..... ہاتھ اوپر ہی رکھو ورنہ۔“

”ورنہ کیا کرو گے تم.....!“ فریدی نے دھنٹا سے اتنے زور سے چیڑ کر کہا کہ شکر جھجک پڑا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کا ریو اور والا ہاتھ فریدی کی آہنی گرفت میں تھا۔ شکر نے فائز کرنے شروع کئے ایک دو اور کار کی کھڑکیوں کے دو شیشے چکنا چور ہو گئے۔ تیرا فائز لیکن یقین کار توہہ کار کے پیسوں پر پہلے ہی ضائع کر چکا تھا۔ شکر کے سرخ و سپید چہرے پر سیاہی دوڑ گئی۔ فریدی اسے دھکادے کر کار سے نکل آیا۔ اس نے اس کا ریو اور چین لیا تھا۔ شکر کے چہرے پر پیسے کی بلوندیں بچوت آئی تھیں۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔

”یہ لو.....!“ فریدی نے خالی ریو اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اس میں دوسری گولیاں بھر کر پھر سے کوشش کرو۔ احمد کہیں کے تم نے یہ نہ سوچا کہ اگر مجھے تمہیں گرفتار ہی کرنا مقصود تھا تو یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں کسی وقت بھی تمہیں پکڑ سکتا تھا۔ شاید تمہیں بھی خبر کے اس حصے کو پڑھ کر غلط جنہی ہوئی ہے، جہاں مغلہ سراغ رسانی کو سر لہا گیا ہے۔“

شکر خاموش ہی رہا۔

”یہ بھی مجرموں کی ایک چال تھی۔“ فریدی پھر بولا۔ ”وہ اس طرح مجھے اور تمہیں الجھا کر خدا طیناں سے اپنا کام کرنا چاہتے ہیں اور اگر میں تمہیں گرفتار ہی کرنا چاہتا ہوں تو اس وقت بھی

میرے قابو میں ہو۔“

فریدی نے روپا اور شکر کی جیب میں ڈال دیا۔

”مگر..... مگر.....!“ شکر چکایا۔

”مگر یہ کہ تم نے خواہ مخواہ میری کارکاستیا ناہ س کر دیا۔“

”میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔“ شکر نے مضطربانہ انداز میں اپنی پیشافی رگڑتے ہوئے کہا۔

”تم سب کچھ سمجھ سکتے ہو بشرطیکہ شہبہ کرنا چھوڑ دو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر تم نے احتیاط سے کام نہ لیا تو کسی بڑی مصیبت میں جاتا ہو جاؤ گے۔“

”تو کیا میں یہاں سے چلا جاؤں۔“

”قطیعی نہیں..... تم میرے مہمان بن کر میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔“

”اگر کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔“

”یہ مجھ پر چھوڑ دو.....!“

”لیکن یہ سب آخر کیوں۔“

”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں تم سے کوئی کام لینا چاہتا ہوں۔“

شکر خاموش ہو گیا۔

”اس کے بعد جہاں دل چاہے چلے جانا۔“

”ہوں.....!“ شکر کچھ سوچنے ہوئے بولا۔

”اور تم یہ اطمینان رکھو کہ فی الحال تمہارا کسی پولیس ہی کے ہاتھ میں رہے گا۔ کیونکہ اس خبر نے ملکہ پولیس کو خاص طور پر ملکہ سراج رسانی کی طرف سے ضد دادی ہے اور میراد عویٰ ہے کہ پولیس جھمیں گرفتار نہیں کر سکتی۔“

”میں نے فی الحال اپنے رہنے کا انتظام کر لیا ہے۔“ شکر نے کہا۔ ”لیکن آپ یہ بتائیے کہ مجھ سے کیا کام لینا چاہے ہیں۔“

”پروفیسر نصیر اور اس کی بھتیجی کا سراج.....!“ فریدی نے گار سکاتے ہوئے کہا۔

”پروفیسر نصیر میڑو عی میں مقیم ہے۔“ شکر نے کہا۔

”میڑو میں۔“ فریدی تجھبناہ انداز میں بولا۔

تین جھوٹے

فریدی نے شکر کی مدد سے اپنی کار کے پہنچے تبدیل کئے اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے مجرموں کی دیدہ دلیری پر حیرت ہو رہی تھی کہ وہ ابھی تک میڑوں میں خبرے ہوئے تھے۔ اس بارہا قبیلہ بہت عی دلیر حم کے مجرموں سے اس کا واسطہ پڑا تھا۔ وہ طرح طرح کے خیالات میں ذوبا ہوا گھر پہنچا۔ ابھی اس نے برآمدے عی میں قدم رکھا تھا کہ اسے ڈر انگر روم میں کسی عورت کا قبضہ سنائی دیا۔ جو اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ فریدی ڈر انگر روم کی طرف پکا۔

وہ دروازے عی میں ٹھنک کر رہا گیا۔ یہ تو وہی تھی۔ تصویر والی پر اسرار لڑکی اور اس کے ساتھ ایک اوچھر عمر کا مرد بھی تھا۔ دونوں اسے ڈیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

”کیا میں فریدی صاحب سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔“ مرد بولا۔

”جی ہاں..... فرمائیے۔“

مرد نے بڑے پاک سے مصافی کیا۔

”تشریف رکھئے.....!“ فریدی نے کہا۔

دونوں بیٹھے گئے۔

”فرمائیے کیسے تکلیف کی۔“ فریدی مرد سے کہہ کر لڑکی کو گھور نے لگا۔ لڑکی نے شرما کر سر

چکالایا۔

”ایک بھی کہانی ہے۔“ مرد نے کہا۔ لوگ مجھے پر دیسیر نصیر کہتے ہیں اور یہ میری بھی رقیب ہے۔

”اب دوسرا پروفیسر!“ فریدی نزدیک بڑا لب بڑا لیا۔

”جی.....!“ نصیر چوک کر بولا۔ ”کیا میر اآننا کو اگر کہ را ہے آپ کو۔“

”قطعاً نہیں.....!“ فریدی نے خوش اخلاق بنتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”معاف

کیجئے گا..... میں ایک دوسرا بات سوچ رہا تھا۔“

”خیر.....!“ نصیر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں، کیا آپ

میری مدد کریں گے۔“

”اس مصیت کی نوعیت معلوم کے بغیر میں بھلا کیوں عکرو عده کر سکتا ہوں۔“

”کوئی نامعلوم شخص نبڑی طرح میرے پیچے پڑ گیا ہے۔ کل رات اس نے میرے کمرے میں جو میں نے میڑو میں لے رکھا ہے، آگ لگادی..... میں آپ سے کیا عرض کروں کہ میرا کتنا انتصان ہوں۔“

”یہ تو بالکل سید حسام الدین احمدی ہے..... آپ نے کو تو ای میں اس کی روپورٹ کی یا نہیں۔“

فریدی نے پوچھا۔

”جی ہاں کر تو دی ہے، لیکن میں یہاں کی پولیس کے پارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا۔“ نصیر نے کہا۔

”میرے خیال سے آپ غلطی پر ہیں۔“ فریدی بولا۔

”ہو سکتا ہے.....!“ نصیر نے کہا۔ ”تو کیا آپ میری مدد کریں گے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ کی مدد کیسے کر سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن آپ لوگ ضرور مجھے ایک معاملے میں مدد دے سکتے ہیں۔“

”ہم لوگ.....!“ نصیر چونک کر بولا۔ ”بھلا وہ کیسے۔“

”کل رات ایک آدمی نے میرے سر کاری کاغذات کا قائل چھاڑ ڈالا اور ایک سونے کی گمراہی چالے گیا..... اسے رقیہ صاحبہ اچھی طرح جانتی ہیں۔“

”میں!“ رقیہ تقریباً چھلتے ہوئے بولی۔

”جی ہاں.....!“ فریدی نے جیب سے تصویر اور خط نکالتے ہوئے کہا۔ ”اس کے ثبوت میں میرے پاس یہ چیزیں ہیں۔“

فریدی نے تصویر اور خط رقیہ کی طرف بڑھا دیے۔

رقیہ کے پھرے پر ہو ایساں اڑانے لگیں۔

”یہ خط میں نے ساجد کو لکھا تھا اور تصویر بھی اسی کے پاس تھی۔ یہ آپ تک کیسے پہنچی۔ کل میں نے اسے ہوش میں بایا تھا لیکن پھر کسی وجہ سے میں اس کا انتظار نہ کر سکی اور اس کے نام ایک معدودت نامہ لکھ کر شجیر کے پاس چھوڑ گئی تھی۔“

”جی ہاں..... ہم لوگوں کو ایک ضروری کام یاد آگیا تھا اور ہمیں اسی سلسلہ میں ہوش

سے باہر آتا ڈا۔۔۔ اور وہ اپنی پر میں نے اپنے کمرے کو خاک کا ڈھیر لیا۔

"میا آپ براہمہ بانی یہ بتائیں گے کہ یہ تصویر اور خط آپ تک کس طرح پہنچے۔" لڑکی بے چینی سے بولی۔

"جی ہاں.....!" فریدی بولا۔ "کل رات کو میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ میڑو میں کھانا کھا رہا تھا ایک شریف صورت نوجوان نشے میں لڑکھڑا تھا ہو انظر آیا۔ ایک دوسرا شخص اس کے ساتھ زیادتیاں کر رہا تھا۔ میں نے تعریض کیا تو وہ مجھ سے اکڑ گیا۔ میں نے اسے پولیس کے حوالے کیا اور از راہ ہمدردی اس نوجوان کو اپنے ساتھ گھر لیتا آیا کیونکہ وہ نبڑی طرح مہوش تھا۔ میں نے سوچا کہ ہوش میں آنے کے بعد اس سے اس کے گھر کا پتہ معلوم کر کے بھجوادوں گا۔ وہ صورت سے بے حد شریف معلوم ہو تاھا اور شاید اس نے پہلی بار پی تھی۔"

"ساجد.... ساجد تو کبھی نہیں پیتا تھا۔" لڑکی نے کہا۔ "آپکا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔"

"میں نے گھر لا کر اسے اختیاط سے لٹا دیا کیونکہ وہ راستے عی میں بالکل بیہو ش ہو گیا تھا۔ ہم لوگ اسے کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں جا شیئے کیونکہ اس کی حالت سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں نہیں آسکا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں اپنی گھری اسی کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ مجھے وقت دیکھنا تھا اس لئے میں اس کمرے میں گیا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے کمرے کو خالی لیا۔ میرے بہت سے سر کاری کاغذات کے گلوبے فرش پر نکھرے ہوئے تھے اور گھری میز سے غائب تھی۔ ہم نے اسے ٹلاش کرنا شروع کیا لیکن بے سود۔ گھری کی تو خیر کوئی ایسی پریشانی نہ تھی، لیکن سر کاری کاغذات..... اس نے مجھے بڑی مشکل میں پھنسا دیا۔ ہاں تو تمہوڑی دیر بعد جب عقل نہ کانے آئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنا کوٹ لے جانا بھی بھول گیا ہے اور اس کے جو تے بھی وہیں پڑے ہوئے تھے۔ اسی کوٹ کی اندر ورنی جیب میں آپ کی تصویر اور خط بھی برآمد ہوئے۔ اتفاق سے اس وقت میرے ایک دوست پروفیسر جاوید جنہیں اب دشمن ہی کہنا مناسب ہو گا موجود تھے۔ انہوں نے تصویر پہنچنے کے لئے روانہ ہو گئے اور اس وقت پہنچنے کے آپ کا کمرہ شعلوں میں گمراہ ہوا تھا۔ ہمیں وہاں تمہوڑی دیر گئی۔ اس کے بعد ہم نے سوچا کہ اس آدمی سے چل کر سوالات کئے جائیں گے ہم نے پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ لیکن

دہاں جا کر معلوم ہوا کہ کوئی شخص میرے بھیس میں اُسے بھی نکال لے گیا۔ ”
فریدی خاموش ہو گیا۔ رقیٰ اور نصیر حیرت بھری تھا ہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

”بھتے اس کا صرف ایک مقصد معلوم ہوتا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”میرے کاغذات کا چھڑانا جن کی عدم موجودگی میں میں مصیبوں میں پھنس سکتا ہوں۔ یہ ایک اپنی خاصی سوچی بھی اسکیم معلوم ہوتی ہے۔ وہ شخص جو اسے سمجھ کر رہا تھا اسی کا آدمی تھا، وہ اس طرح اسے میرے گھر پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ شخص کاغذات چھڑانے کی بعد دیدہ و دانت اپنا کوٹ چھوڑ گیا۔ تاکہ ہم لوگ اس میں سے تصویر اور خط پانے کے بعد آپ لوگوں سے ملنے جائیں اور پھر بدمعاشوں نے آپ کے کمرے میں آگ لگادی تاکہ ہم لوگ دہاں پکھ دیں اور سبھریں اور وہ اپنے ہی آدمی کو آسمانی سے رہا کر اسکیں جسے ہم نے پولیس کے حوالے کر دیا تھا اور ان کا ایک گراپر و فیسر جاوید شروع سے آخر تک ہی اہمیں دھوکا دیا رہا۔“

”پروفیسر جاوید۔“ لڑکی نے حیرت سے کہا۔ ”مگر ابھی تو آپ ان کا نہ کروہ اپنے دوست کی حیثیت سے کرچکے ہیں۔“

”جی ہاں..... میری اور اس کی ملاقات کل دن میں ہوئی تھی۔ ہم دونوں چند ہی گھنٹوں میں گھرے دوست بن گئے اور اسی نے بھتے اور میرے اسٹنٹ کو میزروں میں دعو کیا تھا۔“

”لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ بھی بدمعاشوں کا ساتھی ہے۔“ نصیر نے کہا۔

”ارے آپ ساتھی کہتے ہیں، وہ خود ایک بہت بڑا بدمعاش ثابت ہوا۔ کیا آپ نے آج کا اخبار نہیں پڑھا۔ جس میں یہاں کی پولیس کی تابی کی ایک داستان چھپی تھی۔“

”اوہ.....!“ نصیر اچھل کر بولا۔ ”ارے وہی پروفیسر جاوید..... اور اس کا اصلی نام کیا تھا۔ میں بھول گیا..... مادھو..... یا کیا.....؟“

”جی نہیں بھلر.....!“ فریدی بولا۔

”بھلر..... بھلر.....!“ نصیر نے کہا اور اپنی بیٹی کو کڑی پر تکمیلی نظر دوں سے گھوڑے نے لگا۔

”اگر آپ میری تھوڑی سی مدد کر دیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ شخص بھی گرفتار ہو جائے کا جس نے آپ کا کمرہ جلا یا تھا۔“

”ذیکھا تم نے اپنی حماقت کا انجام۔“ نصیر اپنی بیٹی کو جا طب کر کے تاخوٹگوار لجھے میں

بولا۔ ”میں تم سے پہلے یہ کہتا تھا کہ ساجد اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ لوگوں کی ظاہری صورت پر نہ جانتا چاہئے۔ میری ہزاروں روپے کی کتابیں جل کر رہ گئیں، محض تمہری ساقت کی وجہ سے۔“

رقیہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بننے لگے تھے۔

”اوے..... اوے۔“ فریدی بولا۔ ”رہنے بھی دیکھنے پر و فیر صاحب۔ آدمی یہ سے غلطی ہوتی ہے۔ اب روشن فضول ہے، جو ہونا تھا ہو چکا۔ ان سب باتوں سے آپ کے نقصانات کی حکایت نہیں ہو سکتی۔“

فریدی نے رقیہ کی طرف اپناروپیاں بڑھادیا۔ رقیہ روپیاں لے کر آنسو پر نجھنے لگی۔

”اگر آپ نہ رکھ مانیں تو میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا تھا۔“ فریدی نے رقیہ سے کہا۔ ”فرمائیے۔“ رقیہ کھنی ہوئی آواز میں بولی۔

”ساجد کون ہے۔“

”میرا ایک دوست ہے۔“

”آپ کب سے اسے جانتی ہیں۔“

”ایک ماہ کا عمر ہوا..... وہ نجھنے کیڑوں میں ہی ملا تھا۔“

”اس کے گھر کا پتہ آپ کو معلوم ہے۔“

”میں ہاں..... نمبر ۳۰۳ پٹیل روڈ۔“

”اس کے ساتھ اور کون رہتا ہے۔“

”میں نے اسے وہاں تھاں دیکھا تھا۔“

”وہ کہتا کیا ہے۔“

”صور ہے۔“

”میرا مطلب ذریعہ آمدی سے ہے۔“

”صوری۔“

”تب تو یقیناً وہ غربت ہی میں زندگی بسر کرنا ہو گا۔“

”نہیں ایسا تو نہیں، اس کا بغلہ نہایت شاندار ہے۔“

”تعجب ہے..... یہاں کے آرٹشوں کو تو میں نے بھوکوں ہی مرتے دیکھا ہے۔“

”بہر حال وہ کسی طرح بھی غریب نہیں معلوم ہوتا۔“

”آپ کتنی بار اس کے گھر گئی ہیں۔“

”صرف ایک بار۔“

”اس کے چال چلن کے بارے میں آپ کچھ بتاتے ہیں۔“

”مجھے تو اہمیٰ شریف معلوم ہوتا ہے۔“

”اچھا اب اگر وہ کہیں دکھائی دے تو یہ اور کرم مجھے بذریعہ فون اطلاعِ دستجھے گا۔ حالانکہ اس کے امکانات کم ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اچھا تو اب ہم لوگ اجازت چاہیں گے۔“ نصیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے ہماری ایک بڑی ابھمن رفع کر دی۔ اگر مجھے ساجد دکھائی دیا تو فور آپ کو مطلع کروں گا۔“ رقیہ بھی کھڑی ہو گئی۔ فریدی انہیں برآمدے تک چھوڑنے آیا۔ ابھی اس کی کاراں ہی پر کھڑی تھی۔

”آئیے آپ لوگون کو ایک تماشہ اور دکھاؤں۔“ فریدی نے ان کو کار کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

”آج مجھے قل کر دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ نوٹ ہوئے شیشے دیکھئے اور یہ پہنچے۔ وہ تو کہنے کر میں ہمیشہ اپنے ساتھ دو دعا قالتو پہنچ رکھتا ہوں ورنہ گھر تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔“

”یہ سب کیسے ہوا۔“ رقیہ بے ساختہ بولی۔

”محکر نے آج موڑ سائکل پر میرا ہیچھا کیا تھا۔ یہ سب اس کے روپ اور کی گولیوں کا کار نامہ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میرے پاس روپ اور نہیں تھا ورنہ وہ بخ کرنیں جا سکتا تھا۔“

”آپ کو تو ہر وقت اپنے پاس روپ اور رکھنا چاہئے۔“ نصیر بولا۔

”اب تو رکھنا ہی پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔

ابھی وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ حید چالک میں داخل ہوا۔ رقیہ کو دیکھ کر وہ کچھ تھجھکا، لیکن قبل اس کے کہ وہ فریدی سے کچھ کہئے، فریدی بول پڑا۔

”آؤ..... آؤ..... بھی حید تمہیں چند دوستوں سے ملاوں، سارا منہ حل ہو گیا۔

آپ لوگ دراصل میرے لئے فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ہیں..... آپ ہیں پروفسر نصیر اور

آپ مس رقیہ..... میرے ساتھی سار جنت حید۔"

اُن لوگوں کے چڑھے جانے کے بعد فریدی ساری داستان سا کر بولا۔ "بس یہ سمجھ لو کر وہ مجھے گھس رہے تھے اور میں انہیں گھس رہا تھا۔"

"مگر آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ لوگ آپ کی باتوں کوچھ ہی سمجھتے ہیں۔" حید نے کہا۔
"تو یہ کب کہہ رہا ہوں۔" فریدی بولا۔ "وہ دونوں مجھے یہ قوف ضرور سمجھ رہے تھے۔"
"کیوں.....!"

"کیونکہ میں نے ایک بالکل ہی اتنا پاٹ ان کے سامنے رکھنے کی کوشش کی تھی، ظاہر ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قطعی مطمین ہیں کہ اگر وہ نہیں سراحت بھی ہمارے کسی کام نہیں آسکتا کیونکہ فوج جانے کی صورت میں اس کا پاگل ہو جانا یقینی ہے اور میں نے کاغذات پھاڑتے اور جوتے اور کوٹ چھوڑ کر بھاگ جانے کا فرش واقعہ بتا کر انہیں اس کا اور بھی یقین دادیا۔ بس یہ سمجھ لو کر جس جز کو میں نے ان کے سامنے سازش بناؤ کر پیش کیا ہے اسے وہ اس کے پاگل پن پر محول کریں گے اور ان کا اس طرح بے باکی سے یہاں چلا آنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں میرے دھوکہ کھا جانے کا یقین پہلے ہی سے تھا اور اب میری گفتگو نے اس یقین کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو..... مجھے یقین تو نہیں آتا۔" حید نے کہا۔

"خیر چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم اس لڑکی سے عشق کرو گے یا میں ہی شروع کر دوں۔"

"بس مجھے تو معاف ہی رکھئے..... ابھی مر نے کو دل نہیں چاہتا۔" حید بولا۔

"بزدل.....!"

"چلنے بھی کسی..... لیکن عورتوں کے چکر میں پھنس کر مر نے کو بہتر نہیں سمجھتا۔"

"تم آپہاں سے رہے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"میں ابھی نہیں بتا سکتا۔" حید نے فریدی کے لبھ کی نقل اتنا تھے ہوئے کہا۔ "اپنا طریقہ

کار متین کر لینے کے بعد میں اکیلے ہی کام کرنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"خیر..... خیر..... مجھے معلوم ہے آپ بہت بڑا تیر ماریں گے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"میں آپ کے کاموں میں قطعی دخل نہ دوں گا..... فی الحال میرے ساتھ پیش رو ڈھلنے۔"

”پیئر روڈ.....!“

”ہاں نمبر ۳۰۳، پیئر روڈ.....!“

”کیا ملے گا آپ کو وہاں۔ آپ بھی ان لوگوں کی باتوں میں آگے۔“ حمید نے کہا۔

”میں دراصل انہیں اس کا یقین دلانا پاہتا ہوں کہ میں ان کے جال میں اچھی طرح بھنس

گیا ہوں۔“

”چلنے صاحب! لیکن میں یہ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یہ محض دھوکا ہے۔ آپ حق تھے اس لڑکی سے عشق کرنے لگے ہیں۔“

”چلو یہی سمجھ لو..... چار نجک رہے ہیں۔ آپ پہلے چائے پی لیں۔“

دوفارِ ایک چیخ

فریدی کی کار تیزی سے پیئر روڈ کی طرف جادی تھی۔ انہیں ۳۰۳ نمبر کا بلکل ڈھونڈھ ٹکانے میں کوئی وقت نہ ہوئی۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت بلکل تھا، جس کے سامنے ایک منقص سر پاں باغ تھا۔ حمید اور فریدی باغ سے گزر کر برآمدے میں پہنچے۔ یہاں ایک بڑھی عورت نے جو ملازمہ معلوم ہوتی تھی ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔ ”صاحب گھر موجود نہیں۔“

”کیا یہ ساجد صاحب کا بلکہ ہے۔“

”مجھے ہاں..... لیکن وہ کل شام سے گھر نہیں آئے۔“ ملازمہ بولی۔

”کیا کہیں باہر گئے ہیں۔“

”اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔“

”کیا پہلے بھی اس طرح بغیر بتائے غائب رہے ہیں۔“

”اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔“ بڑھا آکتا کربولی۔

”ساجد صاحب کرتے کیا ہیں۔“

فریدی کے اس سوال پر بڑھا نہیں جرت سے گھورنے لگی۔

”اگر آپ ان کے ملنے والوں میں سے ہیں تو.....!“

”نہیں ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔“ فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔

”پولیس.....!“ وہ چونکہ کربولی۔

”ہاں ہم اس مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”تلاشی.....!“ بڑھا تقریباً چھل کر بولی۔ ”مگر کیوں۔“

”پولیس کو ساجد صاحب پر کچھ شہر ہے۔“

”اوہ.....!“ مگر کس بات کا شہر۔“

”ہم زیادہ باتیں نہیں کرتا چاہتے۔“

”بڑھا ہم گئی۔“

”آؤ..... ہمارے ساتھ آؤ۔“ فریدی نے ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”بیہاں اور کون رہتا ہے۔“

”صرف میں اور صاحب۔“

”ہوں.....!“

یہ غالباً ساجد کا اسٹوڈیو تھا، دیواروں پر چاروں طرف بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی تھیں اور دو ایک نامکمل تصویریں ایزوں پر بھی تھیں۔

”تو ساجد صاحب تصویریں بناتے ہیں۔“ فریدی نے بڑھیا سے پوچھا۔

”جی ہاں۔“

”اور کوئی کام نہیں کرتے۔“

”جی نہیں۔“

”شاید کوئی اور آیا ہے۔“ بڑھانے باہر جاتے ہوئے کہا۔ ”میں ابھی آئی۔“

”دیکھ رہے ہو حمید ان تصویروں کو یہ سب رے فیل..... ذا ڈنچی اور رے برن و غیرہ کی مشہور تصویروں کے چہے ہیں اور یہ تصویریں اتنی عام ہیں کہ کوئی ان کی زیادہ قیمت نہیں دے سکتا۔ لہذا اظاہر ہے کہ ایسی تصویروں کا بنا نے والا اتنے خماٹ کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔“

حید نے کوئی جواب نہ دیا، خاموشی سے تصویریں دیکھ رہا تھا۔

"اب دوسرا کرہ دیکھنا پاہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن وہ بڑھا ابھی تک واپس نہیں

آئی..... ذرا باہر جا کر دیکھو۔"

حید باہر چلا گیا اور فریدی میزوں پر رکھے ہوئے کاغذات اللئے پلتھنے لگا۔ تقریباً پانچ رہ بیس
منٹ بعد حید لوٹ کر آیا۔

"اس کا تو کہیں پہ نہیں چلا۔" حید بولا۔

"شاید ڈر کر کہیں بھاگ گئی۔" فریدی نے کہا اور اسٹوڈیو سے ملے ہوئے کمرے کا دروازہ
کھول کر اندر چلا گیا۔ شاید سا بدد کی خواب گاہ تھی۔ فریدی یہاں کی چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔ دفعہ اونہ
کی چیز کی طرف پکا۔

"اوو.....!" فریدی کے منہ سے بے ساختہ لکھا۔

حید چوک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فریدی کے ہاتھ میں دفعتی کا ایک ڈپ تھا۔

"یہ کیا.....!" حید بولا۔

"کو کہیں.....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس میز کی دراز سے برآمد ہوئی ہے۔ یہاں بھی
کئی ڈبے لور ہیں۔"

حید نے سارے ڈبے نکال کر فرش پر رکھ دیئے۔

"یہ کوئی بہت ہی منتظم گردہ معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"دوسرے کمرے میں کسی کی آہٹ معلوم ہو رہی ہے۔" حید نے کہا۔

"بکومت..... میں جانتا ہوں۔" فریدی آہٹ سے بولا۔ پھر بلند آواز میں کہنے لگا۔ "اتھی
مقدار میں کوئین کا برآمد ہونا واقعی خطرناک بات ہے۔ اب میں سمجھا کر یہ لوگ کیوں میری یہاں
لیتا چاہتے ہیں۔ مجھے راستے سے ہٹادیئے کے بعد وہ بہت اطمینان سے کوئین کی ناجائز تجارت
کر سکیں گے۔ اوہ..... نمیک یاد آیا۔ میرے ان کاغذات میں ایک کوئین فروش کی انگلیوں کے
نشانات بھی تھے..... اُف میرے خدا۔"

"مگر وہ یہ سب چیزیں یہاں کیوں چھوڑ گئے۔ اس طرح تو انہوں نے اپنے خلاف بہت سے

ثبوت مہیا کر دیئے۔"

"بہت ممکن ہے۔" فریدی بولا۔ "وہ یہ سمجھے ہوں کہ رقیہ تھیں رات ہی کوٹل گئی ہوا اور پولیس نے ہماری اطلاع پر بنگلے کی گمراہی شروع کر دی ہو۔ بالکل صحیک ہے۔ اسی خوف سے وہ لوگ یہاں آ کر ایسی چیزیں ہٹانے لگے۔"

"اوہ.....!" حمید بولا۔ "ہم سے زبردست غلطی ہوئی کہ ہم اکیلے یہاں چلے آئے..... اکروہ لوگ ہمیں یہاں گھیر کر مار لیں تو۔"

فریدی حیرت سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم صحیک کہتے ہو۔ بڑی زبردست غلطی ہوئی۔ آؤ چکے سے نکل چلیں۔ یہ ذبے اخالو۔" حمید ذبے اخالنے کے لئے جھکاہی تھا کہ ایک قاتر ہو۔ اگر فریدی اتفاقی طور پر ذرا سانہ مل گیا ہو تو کھوپڑی اڑ گئی تھی۔ اب وہ سنجھتے بھی نہ پائے تھے کہ دوسرا قاتر ہوا اور اسنوڈیو میں ایک جیخ نائی دی۔ ساتھ ہی ساتھ کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔

فریدی اور حمید اپنے اپنے روپ اور نکال کر دروازے کی طرف چھپئے۔

وہ اسنوڈیو میں جانے کے بجائے دوسرے دروازے کے برآمدے میں نکل آئے۔

برآمدے میں نٹاٹھا۔ دونوں آہتہ آہتہ ریکلتے ہوئے اسنوڈیو کے دروازے پر آئے اور اندر کی طرف بھاگنے لگے۔ اسنوڈیو میں نٹاٹھا۔

"اوہ یہ کیا.....!" فریدی نے کہا اور تیزی سے اندر چلا گیا۔

ایک خوبصورت ساریو اور جس کا دستہ ہاتھی دانت کا تھا فرش پر پڑا ہوا تھا۔

"اے..... یہ روپ اور یہاں کیسے آیا۔" حمید بے ساختہ بولا۔ "وہی بالکل وہی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"اطمینان سے تاؤں گا.....!" حمید نے دروازے کی طرف چھپئے ہوئے کہا۔

"شہر و.....!" فریدی نے کہا اور زمین پر پڑے ہوئے روپ اور کی نال کو چکلی سے پکڑ کر رومال میں پیٹ لیا۔

فرش پر خون کی بوندیں نظر آرہی تھیں۔ وہ انہیں دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

برآمدے میں بکھر کر پھر کہیں خون نہ دکھائی دیا۔ فریدی اور حمید ہاتھوں میں روپ اور لئے بنگلے کا چپ چپہ ٹلاش کرتے پھر رہے تھے۔

"مشکل ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تم نے بہت دیر کر دی۔ مگر وہ دوسرا کون تھا..... جس نے تم پر قاتر کرنے والے پر چیچے سے حملہ کیا۔"

"دوسراء.....!" حیدر جبکہ انداز میں بولا۔

"ہاں.....!" فریدی نے کہا۔ تم نے جیج کی آواز نہیں سنی تھی اور پھر وہ خون کی بوئیں اور دوسرا قاتر آواز کے اعتبار سے پہلے سے نیتاً دور کا معلوم ہوا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نے تم پر دار کرنے والے پر چیچے سے حملہ کیا۔

"اور پھر دونوں غائب ہو گئے۔" "مید بولا۔" عجیب معاملہ ہے سب کے سب غائب، وہ کم بجت بڑھایا بھی غائب۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ جیج تم سے ذر کر غائب ہو گئی۔" فریدی نے کہا۔

"او چیں.....! مگر اس دوسرے قاتر کرنے والے نے مجھے بہت زیادہ لمحجن میں ڈال دیا ہے۔"

فریدی نے کوئیں کے ڈبے اپنے قبضے میں کئے اور دونوں کار پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

"ہاں تم روی الور کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔" فریدی بولا۔

"آج میں نے یہ روی الور ایک جگہ دیکھا تھا۔"

"کہاں.....؟"

"آج صبح جب آپ شکر کی ٹلاش میں نکل گئے تھے، میں میڑو کی طرف چلا گیا۔ مجھے یہ یقین تھا کہ اب وہاں پر ویسر اور رقیہ کی صورت نہ دکھائی دے گی، لیکن میں نے سوچا کہ احتیاطاً دیکھیں یہاں پاچا ہے اور وہاں پہنچ کر جب میں نے انہیں وہیں پایا تو میری حرمت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں ان کی نگاہوں سے چھپ کر ان کی ٹکرانی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد رقیہ ہوٹل سے نکل کر سڑک پر آئی اور ایک ٹیکسی کر کے ایک طرف روانہ ہو گئی۔ میں دوسرا ٹیکسی پر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ جیکب روڑ پر اتر کر والٹر روڈ کی طرف مڑ گئی۔ مجھے حرمت تھی کہ وہ اس سنان سڑک پر کیا کرنے آئی ہے۔ اس پوری سڑک پر بمشکل تمام دویاں کو ٹھیک ہیں وہ انہیں میں سے ایک میں گھس گئی۔ اس کو نگہی کی ظاہری حالت دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے جیسے یہاں بہت سی لاپرواہ ٹرم کے لوگ رہتے ہیں۔ اس کا پائیں باع کیا ہے اچھا خاصاً جگل ہے، چہار دیواری کے اندر جھاڑیاں ہی جھاڑیاں نظر آتی ہیں۔ میں کو نگہی کی پشت سے احاطے میں داخل ہو اور جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہو ایک

کرے کی کھڑکی تک پہنچ گیا۔ وہ کمرہ خالی تھا۔ اسی کرے میں میں نے ایک میز پر ایسا ہی ریو الور پڑا ہوا دیکھا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے خوبصورت ریو الور ہمیشہ خاص طور پر آرڈر سے کر بناتے جاتے ہیں۔ میں بڑی دریک کوشش کرتا رہا کہ اس کے آگے بھی کچھ معلوم کروں، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ دن کا وقت تھا اس نے خوف بھی معلوم ہو رہا تھا کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ مجبور آئیں وہاں سے یہ سوچ کر حلا آیا کہ رات میں آکر کچھ اور معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

”تم نے بڑی عمل مندی سے کام لیا۔ تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو میں بھی بھی کرتا۔ اچھا آج رات کو دیکھا جائے گا۔“

”کیوں نہ اُن لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے۔“

”ابھی ہمارے پاس ان کے خلاف کوئی معقول ثبوت نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر ساجد ہوش میں ہوتا تو یہ اتنی دشوار چیز نہ تھی۔ میرا رادہ ہے کہ کل اسے کسی طرح راج روپ گمراہ کر شوکت کے پاس پہنچاؤں۔ اگر وہ کسی طرح اس کی دماغی حالت ٹھیک کرنے میں کامیاب ہو گیا تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔“

”بہر حال ہمیں بہت احتیاط سے رہنے کی ضرورت ہے۔“ حید بولا۔

”عجیب الجھا ہو اعمالہ ہے۔ ابھی تک مجرموں کا اصلی مقصدتہ معلوم ہو سکا..... اور پھر آج اس دوسرے فائر نے مجھے اور زیادہ چکر میں ڈال دیا ہے۔ آخر یہ کون ہے اور کیا پاہتا ہے۔ اس کی اس حرکت کی وجہ سے قریب قریب میرا سارا اپالان چوپٹ ہو کر رہ گیا۔“

”کمال کیا آپ نے۔“ حید نے کہا۔ ”ایک تو اس بیچارے کی وجہ سے جان نجیگی اور وعی نہ رکھا جا رہا ہے۔

”جان تو نجیگی لیکن کام جو بگو گیا۔“ فریدی بولا۔

”وہ کیسے۔“

”یہ تو کملی ہوئی بات ہے کہ ہم لوگوں پر فائر نصیر عی کی نولی کی طرف سے کیا گیا تھا اور ان لوگوں نے یہ ایکم محض اس نے بنالی تھی کہ اگر کوئی نشانہ پر بیٹھی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے چھکنکار ایسی مل جائے گا اور اگر کامیابی نہ ہوئی تو ساجد کی طرف سے میرا شہر اور زیادہ پختہ ہو جائے گا۔ لیکن اب اس دوسرے فائر کی وجہ سے ان لوگوں کا خیال بدل جائے گا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ

میرے ہی کسی آدمی نے ان کے آدمی پر کوئی چلاںی اور وہ بہت زیادہ حکایا ہوا جائیں گے۔ میں نے انہیں دھوکا دینے کے لئے جو پلاٹ کھڑا تھا بیکار ہو گیا۔“

حید کچھ سچنے لگا۔

”ادھر کہاں چاہے ہیں۔“ فضل حید بولا۔

”ٹھہرو..... آج کھانا دیں کھائیں گے۔“ فریدی نے جواب دیا۔
تمہوڑی دیر بعد ان کی کار بیڑو کے چھانک پر ملک گئی۔

رقیٰ اور نصیر ایک میز پر بیٹھنے باتیں کر رہے تھے۔ فریدی ہار حید کو دیکھ کر دونوں چوک پرے
”آئیے اسپاٹھ صاحب۔“ نصیر نے اٹھ کر فریدی سے مصافیہ کرتے ہوئے کہا
فریدی اور حید بھی دیں بیٹھنے گئے۔

”آخر اچھی رقصہ کے کمال نے آپ کو بھی سمجھنی لیا۔“ رقیٰ فریدی سے بولی۔ ”میں نے
ٹالہے کہ آپ بہت خلک آدمی ہیں۔“

”نہیں ایسا تو نہیں۔“ فریدی نے ایسے روانچک انداز میں سکرا کر جواب دیا کہ حید کو
حرث ہوئی۔

رقیٰ فریدی کی نظر وہن کی تابندہ لا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

فریدی کچھ اور کہنے ہی والا تھا کہ میرے نے اُک نصیر سے کہا کہ اسے کوئی ٹھیک فون پر بalarba
ہے۔ نصیر اٹھ کر چلا گیا۔

”آج سردی بہت زیادہ ہے۔“ فریدی نے رقیٰ کی طرف دیکھ کر کہا۔
”جیہاں..... ہے تو.....!“ رقیٰ بولی۔

”غائب آپ کے پاس بھی ساجد کی تصویر ضرور ہو گی۔“ فریدی نے پوچھا۔
”جیہاں ہے تو۔“

”آپ بر او ہماری مجھے عطا ہت فرمائیں گی۔“

رقیٰ لا اس ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چلک آئے جنمیں وہ منہ دوسری طرف پھیر
کر پوچھنے لگی۔

فریدی نے حید کو اشارہ کیا اور وہ کسی بھانے سے اٹھ کر وہاں سے بہت گیا۔

"مجھے افسوس ہے۔" فریدی بولا۔ "مگر میں نے پھر اس تذکرے کو چھینگر کر آپ کو دکھ پہنچایا۔ مگر کیا کروں مجبوری ہے..... خیر آپ کو خدا کا شکردا کرنا چاہئے کہ آپ وقت سے پہلے آگاہ ہو گئیں۔ اُف میرے خدا ایک شریف اور عالی خاندان لڑکی ایک بد محاش کے چکل میں..... آپ کو سے قطعی بھول جانا چاہئے۔"

فریدی بولا رہا اور رقیہ یہ خیال کئے بغیر کہ وہ اس وقت مجھ میں بیٹھی ہوئی ہے آنکھوں پر روہاں رکھے سکیاں لیتی رہی۔
اتھے میں نصیر آگیا۔

"ہمیں کیا بات ہے۔" نصیر فریدی کو گھورتا ہوا بولا۔
"مجھ سے غلطی ہوئی..... معافی چاہتا ہوں..... مگر اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔" فریدی نے کہا۔

"آخر بات کیا ہے؟" نصیر تیز لمحے میں بولا۔

"مجھے ساجد کی تصویر کی ضرورت ہے۔ میں نے مس رقیہ سے پوچھا وہ روئے گئیں۔"
"آپکو مجھ سے کہنا چاہئے تھا.... آپ بھی کمال کرتے ہیں۔" نصیر ہا خودوار لمحے میں بولا۔
"میں ایک بار پھر اپنے افسوس کرتا ہوں۔"

"تصویر آپ کو مل جائے گی۔" نصیر بدستورِ اسلامہ بنائے ہوئے بولا۔

"تم امانتے کی بات نہیں نصیر صاحب..... پانی اب سر سے اوپنچا ہو چکا ہے۔ میر مون کو گرفتار کرنے کے لئے مجھے سخت سے سخت قدم انٹھانا پڑے گا۔"

"کیا مطلب.....!" نصیر چوک کر بولا۔

"آن زندگی تھی جو ہم لوگ فتح گئے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"آج میں نے زندگی میں شاید چیلی بار ایسی حماقت کی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"کچھ بتائیے بھی..... خواہ تو وہ انھیں میں جلا کر رہے ہیں آپ.....!"

"آج ہم لوگ کوئی احتیاطی تدبیر کے بغیر آپ لوگوں کے بتائے ہوئے ہے پر ساجد کے بغلے کی طاشی لینے پڑے گئے۔ ہمیں چاہئے تھا کہ ہم سب سے پہلے پولیس سے مدد لے کر بغلے کا

حاصرہ کر دیتے۔“

”لیکن ہوا کیا.....؟“ نصیر بے صبری سے بولا۔

”جب ہم ایک کرے سے کوئیں کے ڈبے برآمد کر رہے تھے کسی نے پچھے سے ہم پر گولی چلائی اور تو اور لطف یہ ہے کہ اس گولی چلانے والے پر بھی کسی نے دوسرا قاتر کیا۔ جب ہم لوگ ادھر گئے جدھر سے فائر ہوئے تھے تو ہمیں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ حتیٰ کہ ساجد کی بوڑھی ملازمہ بھی غائب تھی۔“

”بُو بے تعجب کی بات ہے۔“

”اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مجرم پر بھی کسی نے وار کیا۔“ فریدی بولا۔

”آپ کا کوئی درست ہی ہو سکتا ہے۔“ نصیر نے کہا۔

”نا ممکن..... اس معاملے کوئی الحال میرے اور حمید کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا..... یا

پھر آپ لوگ!“

”حیرت ہے۔“

”بہر حال جس نے بھی مجرم پر وار کیا ہوا..... اس سے وہ لوگ اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے اور نتیجے کے طور پر مجھے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

”آپ کا خیال درست ہے۔“ نصیر بولا۔

”آپ جانتے ہی ہوں گے کہ میرے ہاتھ میں بڑے بڑے کیس آئے لیکن مجھے کبھی بار اتنی پریشانی نہیں انعامی پڑی۔“ فریدی بولا۔

”میں آپ کو ہر ممکن مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔ تصویر آپ کو مل جائے گی۔ کم بجت نہ جانے کیوں ہم لوگوں کے پیچھے بھی پڑ گئے ہیں۔“

فریدی اور حمید کھانا کھا کر واپس آگئے۔



عشق

فریدی نے دوسرے ہی دن ساجد کو ایک بندگاڑی میں سوار کر اکے راج روپ ٹھر پہنچا دیا۔ ڈاکٹر شوکت کے لئے اس قسم کا کیس بالکل نیا تھا۔ لیکن اس نے فریدی سے اچھے تعلقات ہونے کی بنا پر اس کا علاج کرنا منکور کر لیا لیکن اس نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ وہ کتنے عرصے میں اسے ٹھیک کر سکے گا۔

اسی دن شام سے فریدی نے محوس کرنا شروع کیا کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے..... وہ جب بھی باہر لکھ کسی آدمی کو اپنے تعاقب میں ضرور رپاتا۔

اس کیس میں بھی اسے دانتوں پسینہ آگیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجرموں کو کس طرح قابو میں لا لے۔ حملہ آور کا پستول اس نے محفوظ کر لیا تھا لیکن اس کے دستے پر بھی اسے کسی قسم کے ثاثات نہ مل سکے۔ اس اندھیرے میں اسے امید کی صرف ایک ہی کرن دکھائی دیتی تھی اور وہ ساجد کی ذات تھی، لیکن بھی بھی وہ اس طرف سے بھی مایوس ہو جاتا تھا کیونکہ یہ ضروری نہیں تھا کہ اس کی دماغی حالت درست ہی ہو جائے۔

ایک مجرم کاریو اور بھی اسے دستیاب ہو گیا تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کہاں دیکھا گیا تھا۔ اس نے کئی پار سوچا کہ مجرموں کو گرفتار کرادے، لیکن پھر خیال آیا کہ ان کے خلاف ٹھوٹ کہاں سے مہما کرے گا۔ بہر حال وہ سخت الجھن میں تھا کہ کیا کرے۔

سب سے زیادہ حیرت اُسے مجرموں کی دیدیہ دلیری پر تھی۔ بعض اوقات تو اسے محوس ہونے لگتا تھا کہ جیسے اس نے قطعی خلاط قدم اٹھایا ہو۔ جنمیں وہ مجرم سمجھ رہا ہے، وہ مجرم نہیں ہیں لیکن ہاتھی دانت کے دستے والا ریو اور اسے پھر اپنے پہلے ہی خیال پر لوٹ آنے کے لئے مجبور کر دیتا تھا۔

دوسری چیز جو اس کیلئے بالکل معہ بن کر رہ گئی تھی مجرم پر قاتر کرنے والے کی شخصیت تھی۔ اس بازی میں وہ اپنے جس مہرے پر بھی نظر ڈالتا اس کی پوزیشن کمزوری نظر آتی تھی۔ دھنٹا اس کے ذہن میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ وہ خیال جو مراج کی خاطر کئی پار حید کے سامنے

دہر اچکا تھا۔ رقیہ پر ڈورے ڈالنا۔ اگر وہ کسی طرح قابو میں آگئی تو پھر بس کام بن گیا۔ اس محاٹے پر پہلے سے زیادہ غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ہوئی نہیں سکتا۔ اس نے باقاعدہ رقیہ سے ملتا شروع کر دیا۔ لیکن وہ بھی پرے سرے کی گماں تھی۔ کیا مجال کر سکتیں سے لغزش ہو جائے۔ فریدی کو اس محاٹے میں بھی سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔..... لیکن وہ ہمت نہیں ہارا۔ دو توں میں کافی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ مگر وہ مطلب کی یاتوں پر صاف لازماً جاتی تھی۔

آج وہ فریدی سے ملتے کے لئے اس کے گمراہ آئی تھی۔ لیکن وہ گمراہ موجودت بجا اور حمید کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس نے اپنا لارڈ ملتوی کر دیا۔ سچھ دیر یک دو توں میں رکی باتیں ہوتی رہیں پھر فریدی کے متعلق گفتگو چھڑ گئی۔ حمید نے محسوس کیا کہ فریدی کا نام لیتے وقت رقیہ کی آواز میں ایک عجیب قسم کا رسالہ پیدا ہوا ہوا جاتا ہے۔ ”ایک ایسا شخص جو دن رات محنت کرتا ہو، کافی دیکھ بھال چاہتا ہے۔“ رقیہ بولی۔ ”می ہاں..... میں ان کی کافی دیکھ بھال کرتا ہوں۔“ حمید بولا۔ ”آپ.....!“ رقیہ بے اختیار خسپڑی۔ ”کیوں..... اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔“ ”کچھ نہیں..... ویسے آپ بھی خاص سے عورت معلوم ہوتے ہیں۔“ رقیہ قہقهہ لگا کر بولی اور حمید بھینپ گیا۔

”ممکن ہے آپ محیک کہتی ہوں۔“ حمید جھینپھے ہوئے لبھ میں بولا۔ ”مگر اس بات کا مجھے یقین ہے کہ اگر میں ذرہ برا بر بھی عورت معلوم ہوتا تو فریدی صاحب ایک منٹ کے لئے بھی مجھے اپنے قرب و جوار میں برداشت نہ کر سکتے۔“

”لوہ تو کیا نہیں عورتوں سے نفرت ہے۔“ رقیہ بولی۔

”بھی تھی لیکن شاید اب نہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”میں نے آج تک ان کی زبانی بھی عورتوں کا تذکرہ نہیں سن لیکن آج تک وہ دن رات ایک عورت کی شان میں قصیدے پڑھا کرتے ہیں۔“

”اچھا..... کون ہے وہ عورت!“

”یہ نہ تاکوں گا..... اک فریدی صاحب کو خبر ہو گئی تو شایعہ مجھے زندہ ہی دفن کر دیں۔“

”آجیں معلوم ہی کیسے ہو گا۔“

”مجھے سخت حیرت ہے۔“ حمید اس کی بات سنی ان سی کر کے بولا۔ ”وہ شخص جو محض فن سرانگ رسانی کا مکمل کے لئے شہدی تک سے گزینہ کرتا رہا ہو، وہ شخص جس کے سر پر ہر وقت سرانگ رسانی کا بھوت سوال رہتا ہو۔ وہ جسے اپنے فن کے علاوہ اور کسی چیز کی پروافنہ رہی ہو۔ ایک عورت کے خیال میں اس طرح غرق ہو جائے کہ ایک معمولی سے مجرم کو بھی نہ پکڑ سکے، وہ شخص جس نے لیونارڈ جیسے عالم گیر شہرت رکھنے والے آدمی کوچہ ہے کی طرح چھاپاں لیا۔ ساجد جیسے گتم آدمی کا پتہ لگا کے، مجھے اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ واقعی عورت بڑی خطرناک چیز ہے۔“

حید خاموش ہو گیا۔

”لیکن آخر وہ عورت ہے کون، جس نے ایسے چور کو مووم کر دیا۔“ رقیہ بے تابی سے بولی۔ ”کل رات..... میں ان کی حالت دیکھ رہا تھا..... وہ پاگلوں کی طرح سادے گمراہ میں گھوٹے پھر رہے تھے اور پھر میں نے انہیں پچھوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روٹے دیکھا، اف میرے خدا کی تادر و نماںک منظر تھا۔ وہ شخص جو افلاطون کو سنت دینے کا دعویٰ رکھتا ہو، اس طرح بے بس ہو جائے۔ پچھوں سے بھی بدتر..... اف! اگر قانون کا ذرته ہوتا تو میں اس عورت کو کوئی مدد نہیں۔“ حمید کا چھوڑنے سے سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں صلنگوں سے باہر الٹی پڑ رہی تھیں۔ وہ اس طرح ٹھیک ہو گا جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

”خدا را بتا بھی دیجئے کہ وہ کون ہے۔“ رقیہ بے صبری سے بولی۔

”آپ نہ سن سکتیں گی..... مگر نہیں آپ کو مننا ہی پڑے گا۔ وہ آپ ہیں..... صرف آپ۔ آپ نے ان کی زندگی برپا کر دی۔ آپ ان کی شہرت کو پستیوں میں چھکنے والی ہیں..... خدار ان کے راستے سے ہٹ جائے۔ میں ان کی نفیات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ان کی زندگی میں کسی عورت کا داخل ہونا ان کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ وہ کسی کام کے نہ رہ جائیں گے اور اس سے ملک اور قوم کو جو نقصان ہو گا وہ ظاہر ہے۔ میں آپ سے استدعا کر رہا ہوں کہ ان کے راستے سے ہٹ جائے۔“

حید خاموش ہو گیا۔ رقیہ کسی گھری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ دفعتاً وہ مردہ آواز میں بولی۔
”میں کیا کر سکتی ہوں۔“

”ان سے ملتا چھوڑ دیجئے..... میں انہیں آپ کی بے وقاری کا یقین دلا کر کسی نہ کسی طرح
راہ پر لے آؤں گا۔“

رقیہ خاموش رہی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کے اندر دو متعدد قسم کے جذبوں میں جنگ
جاری ہے۔ حید اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک بار دونوں کی نظریں ملیں اور
رقیہ نے سر جھکا لیا۔ وہ ناخن سے کرسی کا گدھ کرید رہی تھی۔ اس کے ماتحت پر پیٹے کی بو عدیں پھوٹ
آئی تھیں۔

دفعتاً موس کی آہت سنائی دی اور فریدی خون میں نہایا ہوا آگر ایک صوفے پر گر گیا۔ رقیہ
کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

”یہ کیا ہوا.....!“ حید بے اختیار چیخا۔
فریدی نے آنکھیں بند کئے ہوئے ایک ہاتھ اندازی۔ اس کی سانس تیزی سے چل رہی تھی۔
اس نے آنکھیں کھولیں کھولیں جن سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔

”پانی.....!“ وہ اپنے پیٹی سے بند ہے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر نقیبہ آواز میں بولا۔
حید پانی لینے چلا گیا۔

”یہ کیا ہوا۔“ رقیہ صوفے کے قریب زمین پر دوز انو بیٹھتے ہوئے بولی۔ اس کے دونوں ہاتھ
فریدی کے رخادروں پر تھے۔

فریدی کے چہرے پر نقاہت آمیز سکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اس کی انکھیوں کو آہتہ آہتہ
سہلانے لگا۔ رقیہ کی آنکھوں میں آنسو جملک آئے۔ جنہیں وہ منہ پھیر کر لپی جانے کی کوشش
کرنے لگی۔

”کتنی آدمیوں نے گھیر لیا تھا۔“ فریدی آہتہ سے بولا۔
اتھے میں حید پانی لے کر آگیا۔

”آدمیوں نے گھیر لیا تھا۔“ حید نے چونک کر فریدی کا جملہ استغفاریہ انداز میں دہرایا۔
”مجھے افسوس ہے کہ..... میں ان کی شکل نہ دیکھ سکا۔“ فریدی رک رک کر بولا۔

”انہوں نے سیاہ نقاب پکن رکھے تھے، لیکن مجھے یقین ہے کہ ان میں ساجد ضرور تھا۔“
 ”ساجد.....!“ رقیہ حرمت سے بولی۔ لیکن پھر فور آئی سنبھل کر کہنے لگی۔ ”بہت ممکن
 ہے کہ وہ رہا ہو۔“

”لیکن یہ حادثہ کہاں ہوا۔“ حمید بولا۔

”واللہ رودھ پر.....!“

”واللہ رودھ پر.....!“ رقیہ پھر چونکہ کربوی۔

”حمید تم فوراً کو تو ای جا کر پڑ لگاؤ کہ کسی حادثے کی اطلاع تو نہیں آئی، لیکن میرے متعلق
 کسی سے کچھ نہ کہنا۔“ فریدی نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

حید تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ فریدی نے پھر آنکھیں کھول لیں۔

”تم ابھی تک نہیں گئے۔“ وہ بولا۔

”میں آپ کو اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔“

”تم جاؤ رقیہ ہیں تو میرے پاس۔“ فریدی نے کہا۔ رقیہ کہتے وقت اس کے لبھ میں بلا کا
 پیار آگیا تھا۔ جسے رقیہ بھی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔

حید چلا گیا۔

”آپ یہاں سے کہیں اور چلے جائیے۔“ رقیہ بھرا کی ہوئی آواز میں بولی۔

”کیوں.....؟“

”یونہی آپ پر یہ دوسرا حملہ ہے۔“

”ہو گا..... میں اتنا بزرگ نہیں ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ میں کچھ دنوں سے خود کو احمد
 محسوس کرنے لگا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری ذہانت کسی دیرانے کی دلدل میں
 پھنس کر آخری ٹھکیاں لے رہی ہے۔“

”یہ کیوں.....؟“

”میں نہیں جانتا۔“ فریدی نے رقیہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور پھر نظریں جھکا کر
 ایک شنڈی سائنس بھری۔

رقیہ کا چہرہ تتمبا اٹھا تھا اس کے ہونٹ کا نپ رہے تھے۔ پورا جسم کا نپ رہا تھا۔ اس کی

آنکھوں سے دو موٹے موٹے قطرے ڈھلک کر خاروں پر پہنچے۔

”تم روری ہو۔“ فریدی اس کا ہاتھ دباتے ہوئے پیار بھرے لبجھ میں بولا۔

”مجھے افسوس ہے..... لیکن میں ساجد کو کسی طرح قانون کی گرفت سے نہ بچا سکوں گا۔

”حالہ میرے ہاتھوں سے بہت دور جا چکا ہے۔“

”ساجد.....! وہ اس طرح بولی جیسے خود سے پاتیں کر رہی ہو۔“ جہنم میں گیا ساجد۔

میں مجبور تھی..... میرا ان غلطتوں سے نکل آگئی ہوں۔ میں اب اس گندگی میں نہیں رہ سکتی۔

موت صرف مورن مجھے سکون دے سکے گی۔ چوتھا خون اُف میرے خدا..... چوتھا خون۔“

”لیا مطلب.....؟“ فریدی اٹھتے ہوئے بولا۔

رقیٰ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پھر لاتا دیا۔

”تمہارا خون..... لیکن اب مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ ہر گز نہ ہو سکے گا۔ تم سختے ہو۔“ رقیٰ

فریدی کے سینے پر سر رکھ کر بے اختیار پھوٹ پڑی۔

”میوڑے، نہیں..... صاف صاف ہتاو۔..... کیا بات ہے..... جب تک میں زندہ ہوں

کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔“

”میں موت سے نہیں ڈرتی..... مجھے تواب مری چانا چاہئے۔ لیکن میں اب یہ کسی طرح

گوارا نہیں کر سکتی کہ چوتھی موت کا ذریعہ ہوں۔ میں اب اپنے خیر کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔

حالانکہ اسے میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس کی سزا موت ہو گی۔“

”شاید تم بہت زیادہ پریشان ہو۔“ فریدی بولا۔ ”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں..... شاید آپ اسے ہمیان سمجھ رہے ہیں..... میں قطیٰ ہوش

میں ہوں۔“

”نہیں ساجد کی حرکت نے تمہارے ہن پر بہت نہ اثر ڈالا ہے۔“

”ساجد.....! وہ چونک کر بولی۔“ اور وہ اس کی طرح اس کی بھی ہمیاں تک گل گئی ہوں گی۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”ساجد سے پہلے بھی دو آدمیوں کو موت کے دروازے تک پہنچا چکی ہوں۔“

” غالباً تمہارا اشارہ ان دونوں کی طرف ہے جن کی لاشیں میرے چہائک پر پائی گئی ہیں۔“

”ہاں..... اور یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ لاٹیں آپ کے چھانک پر کیوں پھیکھوائی گئیں۔“

”مگر ان کی مو تمیں تو قدر تی حالت میں ہوئی تھیں۔“ فریدی بولا۔
”پاکل غلط..... میں اس پر یقین نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ بھی دو شوائر کے ساتھ نہیں کہہ سکتی کہ ان کا خاتمہ کس طرح کیا گیا۔“
”مگر وہ تھے کون۔“

”میں یہ نہیں جانتی..... ایک بار وہ تینوں اکشاد کھائے گئے تھے..... اور کہا گیا تھا کہ میں ان تینوں کو الگ الگ اس طرح چھانسوں کہ ایک دوسرے کو اس کی خوبی ہونے پائے۔“
”پھر.....!“

”میں نے انہیں چھانس کر باری باری موت کے دروازے تک پہنچا دیا۔ میرا بس اتنا ہی کام تھا کہ ان کے متعلق اچھی طرح واقعیت بھم پہنچا کر انہیں نصیر کے پہنچا دوں۔“

”نصیر.....!“ فریدی حیرت سے بولا۔ ”یا تم اپنے چھا کوہاں لے کر مخاطب کرتی ہو۔“
”چھا.....!“ رقیہ ایک زہر ملی ہنسی کے ساتھ بولی۔ ”چھا..... ہاں وہ میرا ایسا چھا ہے کہ اکثر شراب کے نشے میں مجھے نگلی ہو کر ناچے کو کہتا ہے۔“
”اوہ.....!“

”میں ان سب کی محبوبہ ہوں۔“ رقیہ بے باکی سے بولی۔ ”ان کے چکر میں ہنسی ہوئی ایک مجبور عورت۔“

”تو کیا وہ کتنی ہیں۔“

”آئھ.....!“

”اور نصیر ان کا سردار ہے۔“ فریدی نے کہا۔
”نہیں وہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔“ رقیہ بولی۔ ”سردار وہ ایک بہت بھی ایک آدمی ہے۔ ایک خطرناک بوڑھا جو ہمیشہ اپنا چھرو خاتب سے چھائے رہتا ہے اور شاید صرف میں یہ جانتی ہوں کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ ایک بار میں نے اسے اتفاقاً بے خاتب دیکھ لیا تھا..... اف میرے خدا کتاب بھی ایک چھرو تھا۔ اس کے چھرے پر ناک کی جگہ پر ایک بلاعقار ہے..... اس غار سے

اس کا حلن تک دکھائی دیتا ہے۔“

”اوہ.....!“ فریدی اچھل کر بولا۔

”صرف سن کر یہ آپ خوفزدہ ہو گئے۔ میرا خیال ہے کہ اگر دیکھ لیں تو.....!“
”اور وہ والٹر روڈ کی کوئی نمبر تین میں رہتا ہے۔“ فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔
”آپ کو کیسے معلوم ہو۔“ وہ حیرت سے بولی۔

”مجھے سب کچھ معلوم ہے۔“

”تو پھر آپ ساجد.....!“

”تم لوگ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے تھے اور میں تمہیں۔“
”تو یہ سب محبت.....!“

”ہاں ہاں..... یہ بالکل ٹھیک ہے۔“ فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”میں پہلی ہی نظر
میں پہچان گیا تھا کہ تم کوئی شریف لاڑکی ہو اور ان کے چھپل میں پھنس گئی ہو۔ مجھے تم سے اتنی
ہمدردی اور محبت ہے جتنی کہ ایک بھائی کو ایک بہن سے ہو سکتی ہے۔ میں اس عرصے میں تمہاری
لئے بہت زیادہ پریشان رہا۔“

رقیٰ حیرت سے اس کامنہ دیکھ رہی تھی۔

”خیر مجھ میں آبر و باختہ کسی شریف آدمی کی بہن بننے کے لائق نہیں۔“

”کیوں نہیں..... کیوں نہیں۔ تم میری بہن ہو..... اور میں تمہیں پہنانے کے لئے ہر
ممکن طریقہ اختیار کروں گا۔“

”مجھے اب زندگی کی ضرورت نہیں..... مجھے زندگی کے نام سے بھی نفرت ہو چکی
ہے۔“ رقیٰ بولی۔

”نہیں تمہیں ہینا چاہئے..... ہمت ہارنا بزدی ہے۔“ فریدی بولا۔ ”ہاں یہ تو بتاؤ کہ ساجد
کے گھر میں مجھ پر گولی کس نے چلائی تھی اور اس کی نوکرانی کا کیا ہوا۔“

”آپ پر گولی چلانے والا انہیں میں سے ایک تھا اور نوکرانی کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔“

”اور وہ شخص جس نے مجھ پر قاتر کرنے والے پر گولی چلائی تھی۔“

”اس کے متعلق بھی میں کچھ نہیں جانتی۔“

”وہ تمن آدمی کس قصور پر بارے گئے۔“

”مجھے اس کی بھی اطلاع نہیں۔“

”مختکر کے بارے میں بھی تمہیں کچھ معلوم ہے۔“

”ہاں..... اس کی اور آپ کی جگہ کا پروگرام نمبر ۴ کا بنایا ہوا تھا۔“

”کیوں.....؟“

”تاکہ آپ دونوں الجھ کر رہ جائیں اور وہ اطمینان سے اپنا کام کر سکیں۔“

”اور وہ کام کیا ہے۔“

”یہ مجھے نہیں معلوم۔“ رقیہ بولی۔ ”لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ یہ مجھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے آپ کو غلط راستے پر ڈال دیا ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ آپ کو اپنے حسن کے جال میں پھنساؤ۔ شاید وہ ان تینوں کی طرح آپ کی بھی جان لیتا چاہتے ہیں۔ لیکن اب مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔“

”خیر اب وہ میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو۔“ رقیہ بولی۔ ”آج رات والٹر وڈ کی کوئی نہیں میں وہ سب کسی خاص مسئلے پر غور کرنے کے لئے اکٹھا ہوں گے۔“

”کیا تم بھی وہاں ہو گی۔“

”نہیں..... میرا بیلوں نہیں! میں ہو ٹھیں میزروں میں ہوں گی۔“

”ہاں اپنی رقصہ کے متعلق بھی کچھ جانتی ہو۔“

”اس کا تعلق بھی گردہ سے ہے، لیکن یہ نہیں جانتی کہ تعلق کی نوعیت کیا ہے۔“

”وہ سب وہاں کس وقت اکٹھا ہوں گے۔“

”لیا رہ بیجے رات کو۔“

”ہوں..... اچھا تو اگر تم سرکاری گواہ بن گئیں تو میں تمہاری جان صاف بچا لوں گا۔“

”ویکھا جائے گا۔“ رقیہ بے دلی سے بولی۔

”اچھا وہاں..... وہ خطرناک بوڑھا بھی ہو گا۔“

”ہاں.....!“ رقیہ بولی۔ ”ان کا پروگرام اب یہاں سے کہیں اور جانے کا ہے۔ معلوم

نہیں کیوں اب تک رکے ہوئے ہیں۔“

”کوئی میں نو کر سکتے ہیں اور رات میں ان کے کہاں کہاں ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”وہ سب مل کر آٹھ ہیں..... وہی دن میں معمولی نوکروں کے فرائض انجام دیتے ہیں۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سب گیارہ بجے ایک جگہ پر ہوں گے۔“

”ہاں..... اس قسم کی نشستیں عموماً ہاں میں ہوتی ہیں۔“

”ہاں کی پیشوں.....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”عمارت کے وسط میں واقع ہے۔“

”کہے تو نہیں۔“

”ایک بہت ہی خطرناک قسم کا خرگز نہ ملتا ہے جو رات میں عموماً کپڑا ڈھنیں کھلا جھوڑ دیا جاتا ہے۔“

”خیر اس کے لئے بارہ سو گھنے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اکافی ہو گا۔“ فریدی بولا۔

”کیا مطلب.....؟“

”اس نسل کا تابادہ سو گھنے کے گوشت کی بوائیک مل سے سو گھنے کر اس پر آتا ہے۔“

”تو کیا آج رات کو.....!“

”ہاں.....!“

”سردار بہت خطرناک آدمی ہے۔“

”میں جانتا ہوں مجھے اس کی سات پشت سے واقفیت ہے۔“

”فریض کیجئے کہ میں نے اس وقت بھی آپ کو دھوکہ دے کر آپ کی اسکیم معلوم کر لی ہو۔“ رقیہ مسکرا کر بولی۔

”مجھے اطمینان ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اس وقت تمہاری آنکھوں میں فرشتوں کی سی مخصوصیت دیکھ رہا ہوں۔“

”خیر اب آپ آرام کیجئے۔“ رقیہ اٹھتی ہوئی بولی۔ ”شکار کرنے آئی تھی اور شکار ہو کر جاری ہوں..... مگر مجھے..... یہ سو دہنگا نہیں پڑا۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔“

رقیہ تھوڑی دیر کھڑی کچھ سوچتی رہی اور پھر باہر چلی گئی۔ فریدی نے اسے واپس بلانا چاہا لیکن وہ چھانک سے نکل چکی تھی۔

چند دیر بعد حمید وہیں آگیا۔ اس دوران میں فریدی نہا کر کپڑے تبدیل کر چکا تھا۔
”اے.....!“ وہ فریدی کو دیکھ کر اچھل پڑا۔

”خیریت..... خیریت.....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ کے سر کی پنی.....!“

”اوہ.....!“ فریدی اپنے اچھے خاصے سر پر ہاتھ پھیزتا ہوا بولا۔

”اور وہ زخم.....!“ حمید پھر بولا۔

”الف لیلی کی داستان۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”صرف دو مرغوں کا خون کافی ہو گیا تھا اور رات کے کھانے پر ہمارے دستر خوان پر دو عدد دروغ مسلم ہوں گے۔“
”کیا مطلب.....؟“ حمید پوچھ کر بولا۔

”آج میں تم سے بہت خوش ہوں..... تم ایک اچھے اداکار بھی ٹابت ہو سکتے ہو۔ آج تو تم نے کمال ہی کر دیا۔“ فریدی نے کہا۔

”ذرہ نوازی ہے جناب والا کی..... ورنہ بندہ کس لاائق ہے۔“ حمید سکرا کر بولا۔

”مگر للاٹھتا یہ یہ کیا اسرار ہے۔ عقل کو سخت پیچہ دناب ہے۔ بندہ ہمہ تن افطراب ہے پر وہ اس راز سے اٹھائیے کہ غنچے دل مکمل ہائے اور لگاشن حیات با صوت ہزاراں مل بانگ بہشت کے گوارا بے خزاں ہو۔“

”بس بس..... بکواس بنداء..... آغا خضر کے شاگرد رشید۔“ فریدی خس کر بولا۔

”خاکسار تو صرف حضور والا کے دامن تلمذ سے وابستہ ہے۔“ حمید بولا۔

”بھی ختم کر دیجے سب.... بس آج آخری معمر کے اور سر کرتا ہے.... اس کے بعد.....!“

”اس کے بعد آپ رقی سے شادی کر لیں گے۔“ حمید خس کر بولا۔ ”لیکن یہ تو بتا پئے کہ آپ نے یہ کیا سو انگل رچا رکھا تھا۔“

”جب میں نے دیکھا کہ تم نے لو ہے کو کافی تپادیا ہے تو میرے لئے فور آئی ضرب زد دینے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا۔“

”تو کیا آپ ہماری گنگوں رہے تھے۔“ حمید بولا۔

”بجیب اتفاق ہے کہ میں تمیک اسی وقت یہاں پہنچا جب تم اسے میرے عشق کی داستان سننا

رہے تھے۔"

"وہ تو دیے ہی کچھ کچھ رہا پر آجی تھی۔ آخر یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" حمید بولا۔

"تم ابھی بالکل بدھو ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "دون رات عورت چلانا اور جنر
ہے اور عورت کی فطرت کا مطالعہ اور جنر۔"

"بجا ارشاد ہوا۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔

"تم امانے کی بات نہیں، عورت سے قریب رہ کر تم ہرگز عورت کو نہیں پہچان سکتے۔
کیونکہ تمہاری جذبائیت جو عورت کے قرب کی وجہ سے جاتی ہے جسمیں اس کی فطرت کا مطالعہ
نہیں کرنے دیتی۔ وہ اس کی کمزوریوں کو حسن اور آرٹ کارگد دے کر ان کی پردوپوشی کرنے لگتی
ہے۔ خلا کسی کا شعر ہے۔

مشوق کی چال میں جو لئٹڑا اپن ہے

دل بینے کا یہ بھی ایک، چلن ہے

مگر خیر..... لا حول ولا قوہ..... میں شاعری پر کیوں اتر آیا۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ "کہاں..... کچھ بھی تو نہیں آپ تقریباً ایک گھنے سے بالکل خاموش ہیں۔ حمید نہیں کر بولا۔
خیر چلو بھی کسی..... ہاں یا آیا تو..... دیکھو ہر عورت کی فطرت میں ماہتا کا کچھ نہ کچھ
جز و ضرور ہوتا ہے اور یہ ماہتا اس وقت بدی شدت سے جاگ اٹھتی ہے جب وہ کسی ایسے مرد کو
تکلیف میں جلا دیکھتی ہے جس کا اس سے کچھ تعلق ہو۔ جب میں نے دیکھا کہ تم اسے میری محبت
کا یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہو اور وہ کچھ کچھ پچھ بھی رہی ہے تو میں نے دو مرغوں کا خون
کیا..... اور پھر..... تو تم جانتے ہی ہو..... اس کا رد عمل توقعات سے بڑھ کر لکلا۔ یقین
رہو کر وہ بھر موں کے خلاف سر کاری گواہ کی حیثیت سے پیش ہو گی۔"

"اور پھر اس کے بعد.....!" حمید فتحا بولا۔

"اور پھر وہ نہیں آکر میرے پاس رہے گی۔"

"کوہ تو یہ کہئے آپ تجھ.....!" حمید جلدی سے بولا۔

"ہاں..... وہ تجھ مجھے اپنا بھائی سمجھے گی۔" فریدی چک کر بولا۔

"لا حول ولا قوہ.....!" حمید نے تہ اسامنہ بنا کر کہا۔

”کیا مطلب.....؟“

”میں پچھا اور تی سمجھا تھا۔“

”غلط سمجھتے تھے آپ.....؟“ فریدی نے کہا۔ ”اور ابھی تھوڑی دیر قبل آپ ہی نے رقیہ سے فرمایا تھا کہ میں فریدی کے آرت کا خون ہوتے نہ دیکھ سکوں گا۔ تم نے میری فطرت کے بارے میں اس سے بالکل تھیک کہا تھا۔ واقعی اگر کوئی عورت میری زندگی میں داخل ہو گئی تو میں بالکل بدھو ہو کر رہ جاؤں گا۔ یہ میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔“

”آپ ایک بار تجربہ کر کے دیکھئے۔“

”خرچھوڑ و فضول باتوں کو۔“ فریدی بولا۔ ”آن رات کو والٹر روڈ والی کوئی پر چھاپ مارتا ہے۔“

”وہ تو تھیک ہے..... لیکن ابھی سے آپ نے اپنی پیشان ناقح کھوں دیں۔“ حمید نے کہا۔

”کیوں.....؟“

”اگر نسیر آگیا تو..... رقیہ نے آپ کے زخمی ہونے کا حال اسے ضرور بتایا ہوا گا۔“

”ہرگز نہیں..... گنگلو کے اختتام تک رقیہ کو غالباً پورا اپورا یقین ہو گیا ہو گا کہ یہ سب سوانح ہے۔“

”یہ کیسے.....؟“

”اس لئے کہ خود اسی نے اس بات کا اقبال کر لیا کہ ساجد خود مظلوم تھا۔“

”اوہ..... لیکن..... مخکر..... اس کے متعلق تو وہ لوگ ابھی تک بھی سمجھتے ہوئے ہوں گے کہ وہ آپ کا دشمن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے شکری کی حرکت سمجھا ہو۔“

”بہت دور کی کوڑی لااتے ہو۔ واقعی بجھ سے غلطی ہو گئی۔ لاؤ پھر سے پیشان کر، لوں۔ ہاں ایک بات تو بھول ہی گیا۔ تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گئی کہ اس گروہ کا سراغنہ ایک ایسا آدمی ہے جو تفریحاخون کیا کرتا ہے۔“

”وہ جوں ۲۰۰ میں یہاں سے بھاگ کر جنمی چلا گیا تھا اور محض اپنی خونی پیاس بجا نے کے

لئے جرمنوں کے ساتھ اتحادیوں سے لڑ رہا تھا۔“

”آپ کا اشارہ جابر کی طرف تو نہیں ہے۔“

”بالکل اسی کی طرف ہے۔“

”آپ کو کیسے معلوم ہو۔“

”رقیہ سے دوران گفتگو میں..... کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس کی تاک کی جگہ ایک بہت بڑا گارہ ہے۔“

”ہاں..... میں نے اس کے متعلق دفتر میں کچھ کاغذات دیکھے تھے۔ مگر اس کے جر منی سے واپس آنے کی ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔“

”وہ بڑا گھاٹ ہے..... اور انتہائی خطرناک بھی۔“

”خطرناک کہاں۔“ حمید نہ کر بولا۔ ”وہ اب صرف ”خطر“ ہے..... اس کی ”تاک“ تو آشک کھاگئی۔“

”خیر..... خیر..... الفاظ سے کھینچنے کا وقت نہیں، ہمیں ہمیں بھی بہت کچھ کرتا ہے۔“
”یعنی.....!“

”کم از کم سو عدد سُلخ آدمی درکار ہوں گے۔ تم میراخط لے کر ایس۔ پی کے پاس چلے جاؤ۔“
”سو آدمی، کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔“

”نہیں وہ صرف آٹھ ہیں۔“

”صرف آٹھ عدد کے لئے سو آدمی۔“

”ان پر تو اکیلا جابر ہی بھاری ہو گا۔“ فریدی بولا۔ ”تم اسے نہیں جانتے۔ وہ کافی یار ہزاروں کے مجمع میں گھر جانے کے باوجود بھی حق نکلا ہے۔“

تمہوزی دیر بعد حمید پھر کوتولی کی طرف روانہ ہو گیا اور فریدی اپنے عجائب کے کمرے میں جا گما۔

حملہ

رات حد درجہ تاریک تھی، سردی کی شدت سے والٹر روز پر آہستہ آہستہ رینگے والے

کاشیلوں کے دانت بجھنے لگے تھے۔ جب کوئی تھوڑی دور رہ گئی تو وہ سب فریدی کے اشادے پر دو دو تین تین کی نولیوں میں تھوڑے تھوڑے وقٹے کے بعد آگے بڑھنے لگے۔ فریدی آہستہ آہستہ چلا ہوا کوئی کے چھانک کے قریب آیا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اپنے کانڈے سے پر لکھے ہوئے تھیلے میں سے گوشت کا ایک برا سائل انکال کر چھانک کے اندر رذاں دیا۔ دو منٹ، تین منٹ پہنچ دس لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور وہ وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ ”شاید آج انہوں نے کتنے کوبنڈ کر کھا ہے۔ ورنہ اتنی دیر نہ لگتی۔“ اس نے حید سے کہا۔ اتنی دیر میں پولیس کے پاسی کوئی کے گرد حلقوں بناتے آہستہ سمنے لگے تھے۔ فریدی چہار دیواری کے اندر داخل ہو گیا۔ کوئی بھض کھڑکیوں سے روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے باہر سے کوئی کاپکر لگاؤ لیا لیکن کسی قسم کی آہٹ سے بھی وہاں کی خاموشی نہ ٹوٹی۔ آخر اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب بھی چہار دیواری کے اندر آگئے۔

کوئی کے اندر بھی بالکل سنا تھا..... پولیس کے پاسی ہال کے گرد متعدد کروں میں منتشر ہو گئے تھے۔

غالباً وہ سب ہالی میں ہیں۔“ فریدی نے آہستہ سے حید کے کان میں کہا۔

اور پھر اچانک وہ سب ہال میں گھس پڑے۔

مگر..... ان میں سے کتنی کے منہ سے بے اختیار جھیلیں نکل گئیں۔ ایک بہت بڑی میز پر جس کے گرد بہت سی کرسیاں پڑی تھیں..... تین لاٹیں نظر آئیں۔

”اُف میرے خدا.....!“ فریدی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ”نکل گئے کم بخت۔“

”اُرے رقیہ..... اور ساجد کی توکرائی۔“ حید چیخنے

دو تین سب اسکرپٹ کچھ سپاہیوں کو لے کر کپاڈوں میں پھیل گئے۔ پائیں باخ اور کوئی کاچہ چھانڈا لگا گیا لیکن مجرموں میں سے ایک کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

ادھر ہال میں فریدی اور حید چند سپاہیوں اور سب اسکڑوں کے ساتھ لا شون کا جائزہ لے رہے تھے۔

دھنٹا فریدی چیخنا۔ ”اس میں ابھی کچھ کچھ جان پاتی ہے۔“

”مگر یہ ہے کون۔“ حید نے پوچھا۔

"شکر.....! فریدی بولا۔" جلدی کرو..... اے کسی طرح ہپتال تک لے چلو۔" حمید رقیہ کی لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے بینے سے خون ابل کر کپڑوں میں جم گیا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ پھرے پر زندگی کے آخری لمحات کے شیخ کے آثار باقی رہ گئے تھے اور خفیف سے کلے ہوئے ہوتوں سے موٹی چیزیں نہیں دانتوں کی جھلکیاں بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی انتہائی کرب کے عالم میں مکرانے کی کوشش کر رہا ہو..... حمید لرز اٹھا۔

پولیس کے پایہ زخمی شکر کو انھا کر باہر لے جادہ ہے تھے۔ لیکن فضول، برآمدے میں پہنچنے والے اس نے دم توڑ دیا۔

تمن لاشیں پولیس کی لاری میں لے جائی جاری تھیں۔ رقیہ شکر اور ساجد کی بوڑھی خادم کی لاشیں۔

فریدی خاموش تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔

رات کے تمن نج گئے تھے، لیکن وہ ابھی تک اپنی لاپریری میں ٹھل رہا تھا۔ حمید ایک صوفے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ دفتار وہ بولا۔

"سبھج جس، نہیں آتا کہ شکر ان لوگوں کے ہاتھ کس طرح لگ گیا۔"

"اوں.....!" فریدی چونک کر بولا اور حمید کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے اس انداز سے معلوم ہو رہا تھا جیسے اس وقت وہ قطبی خالی الذہن ہو۔

"ستو.....!" وہ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ عرصہ سے ان لوگوں کی قید میں تھا۔ اس دن ساجد کے بیٹھے میں شکر ہی نے جملہ آوروں پر کوئی چلاقی تھی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اگر وہ ان لوگوں کی قید میں نہ ہوتا تو آج میرے ہاتھ سے فتح کر جا بھی نہیں سکتے تھے۔"

"وہ کس طرح.....!"

"غالباً رقیہ نے نصیر سے میرے زخمی ہو جانے کا حال بتا دیا تھا۔ اسے اس پر شبہ ہوا ہو گا کیونکہ شکر بھی انہیں لوگوں کی قید میں تھا۔ اگر وہ ان کی قید میں نہ ہوتا تو وہ بھی سمجھتے کہ شاید شکر ہی نے اپنا بدلہ لینے کے لئے مجھ پر جملہ کیا ہو..... اور پھر تم نہیں جانتے کہ جابر کتنا چالا ک آدمی ہے۔ خصوصاً اعورتوں کی تورگ رگ سے واقف ہے۔ اس نے ساری باتیں رقیہ سے زبردستی انکلوالی ہوں گی۔ لیکن ایک بات بھک سمجھ میں نہیں آئی کہ شکر کو گرفتار کر لینے کے بعد بھی وہ

لوگ ہماری لاٹھی کا دھوکہ کس طرح کھاتے رہے کیونکہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ شکر نے ہماری حمایت میں ان کے آدمیوں پر کوئی چلاکی تھی ان کا سکھوک ہو جانا ازاں تھا۔“

”بہت ممکن ہے کہ شکر نے یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہو کہ اس کا شانہ خود آپ تھے۔“

حیدر والا۔

”ہو سکتا ہے، بہر حال اب کیا کیا جائے اُف میرے خدا۔“ فریدی اس طرح بڑھا یا چیزے خود سے باشیں کر رہا ہو۔ ”میں اس لڑکی کی موت بھی نہ بھلا سکوں گا۔“

”ہم نے بہت دیر کر دی۔ اگر ہم سر شام ہی کوشش کرتے تو شاید اس کی جان بچ جاتی۔“

حیدر والا۔

”اس صورت میں بھی شاید وہ تمیں زندہ نہ ملتی..... اور ہمیں ایک خود کشی کے کیس سے دو چار ہوتا پڑتا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”تمہیں کو تو ای میں چھوڑ کر میں سیدھا میڑو گیا تھا۔ وہاں سے میں نے ان تین کروں کی حلاشی لی جو نصیر نے کرائے پر لے رکھے تھے۔ ایک کمرے کی حلاشی لیتے وقت مجھے ایک خط طلاجو رقیہ نے میرے نام لکھا تھا“ فریدی خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا چیزے وہ اپنی شدت غم سے بھرائی ہوئی آواز کو درست کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

”یہ لو.....!“ فریدی نے جیب سے خط فکال کر حیدر کی طرف بڑھا دیا۔

حیدر خط پڑھنے لگا۔

”میں جانتی ہوں کہ تم انہیں ملکانے لگا۔“ کے بعد میری حلاش میں ضرور آؤ گے، مگر میں دور بہت دور جا پکلی ہوں۔ میر اطراف تھا طلب تمہیں برا ضرور لگے گا مگر جب کہ میں مرنے جادی ہوں نہ جانے کیوں میر ادل چاہ رہا ہے کہ تمہیں ”تم“ کہہ کر مخاطب کروں، میں گنہگار اور بد کار ہوں، لیکن میں میں ہوں اور میری انفرادیت سے تمہیں کیا سروکار۔ میں تمہیں اپنا سمجھتی ہوں۔ یہ میرا فعل ہے۔ رقیہ کا فعل جو اس سب آلو دیگوں کے باوجود بھی رقیہ ہی ہے۔ ہاں تو میں تمہیں اپنا سمجھتی ہوں، نہ جانے کیوں میر ادل چاہتا ہے کہ سارے خط میں صرف سبھی جملہ پار پار دھرا تی رہوں۔“

اس خط کو ختم کرنے کے بعد میں زہری لوس گی۔ حالانکہ تم نے مجھے بچالینے کا وعدہ کیا ہے لیکن میں اس کی ہمت نہیں پاتی کہ اپنے اصلی روپ میں دنیا کے سامنے آسکوں۔

"تو کیا تم میری لاش پر آنسو بھاڑا گے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم میری لاش کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاؤ کیوں؟ یہ میں نہیں جانتی..... عجیب فضولی خواہش ہے، کیا میں مرنے کے بعد تمہیں اپنے لئے آنسو بھاڑا ہوادیکھ سکوں گی؟

میں اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو فریب دینے کے لئے اتنے قریب ہو گئے تھے، لیکن اس وقت جب میں اپنے دل کو ٹوٹ لی ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے چیز میں اب تک خود کو فریب دیتی رہی ہوں۔ میں تمہیں کبھی شاہد، سمجھ اور ساجد کی طرح موت کا دروازہ نہ دکھا سکتی۔ گناہوں کی زندگی میں پڑنے کے بعد میرا دل پتھر ہو گیا تھا۔ اس میں کسی کے لئے خلوص کا شاہر بھی نہ تھا لیکن تھا جانے کیوں تم سے ملتے ہی میں نے اپنا دل دوبارہ واپس پالیا۔ مجھے میرا عورت پن واپس مل گیا۔ انسانیت واپس مل گئی اور پھر اب تمہیں بتاؤ کہ میں تمہیں اپنا کیوں نہ کہوں۔

میں مرنے چارہ ہوں مجھے ذرہ برابر بھی اس کا افسوس نہیں۔ مجھے موت سے ذر محروس نہیں ہو رہا ہے۔ خود کشی! یہ میرا آخری گناہ ہے۔ ایسا گناہ جو چھٹلے سارے گناہوں کے نقوش مٹا دے گا۔ میں مجبور ہوں۔ وہ رقمی جو تمہیں اپنا سمجھتی ہے۔"

حید کی آنکھوں میں آنسو چکل آئے تھے۔

"اور پھر شاید وہ لوگ رقمی کو کسی بہانے سے والٹر روزوڈوالی کو خی میں لے گئے۔" فریدی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں زندگی بھر ان کا پیچھا کر تاہوں گا جب تک ان میں سے ایک ایک پھانسی کے تختہ پر نہ پہنچ جائے گا۔ مجھے جمن نہیں آسکتا۔"

فریدی پے تابانہ انداز میں ٹھلنے لگا۔

"مگر اس خط میں کوئی ایسی بات نہیں جو مجرموں کے کارناموں پر وہ تنی ڈال سکے۔" حید بولا۔ "اوہ چھوڑو..... بھی..... میں اس وقت اس کے مود میں نہیں ہوں۔" فریدی آکتا ہوئے مجھے میں بولا۔

دیوانہ بولتا ہے

دوسرے دن صحیح فریدی گھر سے نکل گیا۔ حمید نے اسے جاتے دیکھا۔ اس کے کوٹ کے کار میں ایک بڑا سارہ و تازہ گھرے سرخ رنگ کا گلاپ لگا ہوا تھا۔ حمید کے الفاظ میں اس نے شاید اپنی زندگی میں پہلی بار اس حرم کی ”بد پر ہیزی“ کی تھی۔ حمید کے ہوتھوں پر ایک المانک مسکراہت پھیل گئی۔ آج اس کا مودہ بھی بہت زیادہ خراب تھا۔ مر نے والی کا خط پڑھنے کے بعد اسے صحیح معنوں میں اس کے لئے مغموم ہونا پڑا تھا۔ اسے حق مجھ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے کسی قریبی عزیز کی موت ہو گئی ہو۔

ترپیار و بچے فریدی واپس آیا۔ اسکے پھرے پر ابھی تک فکر مندی کے آثار نظر آرہے تھے۔

”حمد..... فور آچلو.....!“ فریدی بولا۔

”کہاں.....!“

”راج روپ گھر.....!“

”ڈاکٹر شوکت کے یہاں۔“

”خبر ہے.....!“

”مزیادہ گلگلو کا موقع نہیں جلدی کرو۔“

دونوں کار میں بینچ کر راج روپ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”ابھی تھوڑی دیر قبل مجھے ڈاکٹر شوکت کا پیغام موصول ہوا ہے۔“ فریدی بولا۔ ” غالباً سا جد کی حالت کچھ سدھ رہ گئی ہے۔“

”اوہ.....!“

”اب وہی ایک آخری کڑی ہمارے ہاتھ میں رہ گئی ہے۔“

”آپ نے کھانا کھلایا۔“

”نہیں.....!“

”میں نے آپ کو اتنا پریشان کبھی نہیں دیکھا۔“ حمید بولا۔

"میرے سینے میں بھی دل ہے حمید۔ پتھر نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔ "رقیہ اگر خود کشی کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوتی تو مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا۔ اف وہ اپنی مرضی سے مر بھی نہ سکی۔ معلوم نہیں کہ سے وہ ان کے اشادوں پر تاچتی چلی آری تھی اور اس کی موت بھی انہیں کی مرضی کی پابند رہی۔ کیا یہ معمولی تربیظی ہے۔ سنو حمید میں محض سرا غرسانی کی مشین نہیں ہوں، میری نظر انسانی کمزوریوں اور مجبوریوں پر بھی رہتی ہے۔ میں جب بھی کسی مجرم کو قانون کے حوالے کرنے لگتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ کیا اب ہمیں مجرموں سے پناہ مل جائے گی۔ کیا مجرموں کو سزا دینے سے وہ بُرائی مٹ جائے گی جس میں جلا ہو کر یہ چنانی کے تختے کی طرف آتے ہیں۔ اب تک کروڑوں قائل سزاۓ موت پاپکے ہیں لیکن کیا اب قتل نہیں ہوتے۔ کیا مجرموں کی تعداد کم ہو گئی۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔

"اس کا نہ تو اب بھی تک کوئی حل دریافت ہوا ہے متنہ ہونے کی امید ہے۔" حمید بولا۔

"اس کا حل شروع ہی سے موجود تھا، لیکن اس کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔ اگر دھیان دیا بھی گیا تو محض تفریح طبع کے لئے ذہنی برتری ظاہر کرنے کے لئے۔ یہ حل محض کاغذوں اور تقریروں کی زینت رہا۔

"تو آخر اس کا حل ہے کیا۔"

"تموں سے زیادہ بُرائی کی طرف دھیان دیا جائے۔ یہ سوچا جائے کہ آخر جرم کئے ہی کیوں جاتے ہیں۔ کیوں نہ سماجی زندگی کو اس معیار پر لا جایا جائے جہاں جرم کا سوال ہی نہ رہ جائے۔"

"مگر یہ کس طرح ممکن ہے۔" حمید بولا۔

"ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اپنی آسودگی کے لئے کرتے ہیں۔ اگر سوسائٹی میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں جن کے تحت ہم اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے آسانی سے جائز طریقے اختیار کر سکیں تو پھر ہمیں انہیں خواہشات کو آسودہ کرنے کے لئے ناجائز راستوں پر جانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔"

"یہاں..... میں آپ سے متفق ہوں، لیکن ان حالات کا پیدا کرنا ہر حال ہے۔"

"دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں..... صرف عزم اور رہمت چاہئے۔" فریدی بولا۔

حمد نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دراصل خواہ مخواہ اور بات کو بڑھانا بھی نہیں چاہتا تھا کہ کونکر آج اس کا مودہ بھی کچھ اچھا نہ تھا۔ بہر حال بقیر راستہ خاموشی عی سے کٹ گیا۔

ڈاکٹر شوکت اور اس کی بیوی نجہر ان کے مختصر تھے۔ وہاں پہنچ کر تھوڑی دیر تک رسمی باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد فریدی اصل موضوع پر آگیا۔

”اب وہ قطبی ہوش میں ہے۔“ ڈاکٹر شوکت بولا۔

”مکار وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اس سے کچھ باتیں کی جاسکیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہاں ہاں، لیکن ابھی فی الحال اسے باہر نہیں نکال سکتا۔ کیونکہ ابھی تک اس کی صحیح پیمائی داپس نہیں آئی، لیکن مجھے امید ہے کہ وہ جلدی صحت یا بہ جائے گا۔“

”چائے کا وقت ہو گیا ہے۔“ نجہر بولی۔ ”میرے خیال سے آپ پہلے چائے لیں چینے پر بھر بقیر کام بعد میں بھی ہوتے رہیں گے۔“

”تو بھی جو کچھ بھی کرتا ہے جلدی کرو۔“ فریدی بولا۔ ”میں بہت زیادہ اچھیں میں ہوں۔“

”کیوں..... کیا کوئی خاص بات۔“ شوکت نے پوچھا۔

فریدی نے اسے مختصر آسانے حالات بتا دیئے۔

”اوہ..... تو معاملہ بہت زیادہ ٹکریں ہو گیا ہے۔“ شوکت بولا۔

”بھی یہ خط بھی عجیب ہے۔“ نجہر نے کہا۔ ”آئے دن قتل کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔“

چائے کے دوران میں اسی کیس کے متعلق مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔

”ہاں تو بھی اب مجھے اس سے گفتگو کرنی چاہئے۔“ چائے کے خاتمے پر فریدی بولا۔

یہ سب لوگ اٹھ کر ایک کرے میں آئے، جو قریب قریب چاروں طرف سے بند تھا۔ کھڑکیوں پر سیاہ رنگ کے پردے پڑے تھے۔ ڈاکٹر شوکت نے احتیاط سے دروازہ کھوڑا تھا جیسے وہ سورج کی روشنی کی ایک دھرم سی جھلک سے بھی کرے کی تاریکی کو محفوظ رکھنا چاہتا ہو۔ یہاں گھر سے بزرگ کا ایک بلب دش تھا۔ ساجد ایک صوف پر نیم دراز تھا۔ انہیں آتا تو کچھ کراٹھنے لگا۔

”آپ بیٹھئے..... کسی قسم کے تکلف کی ضرورت نہیں۔“ ڈاکٹر شوکت نے کہا۔

ساجد بہت غور سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”فریدی صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔“ شوکت نے کہا۔

"میں کس زبان سے آپ کا شکر یہ ادا کروں۔"

"شکر یہ کی ضرورت نہیں۔" فریدی بولا۔ "یہ تو میر افرض تھا۔"

"اگر آپ نہ ہوتے تو شاید میرا بھی وعی خشر ہوتا، جو میرے دوسرے ساتھیوں کا ہوا۔"

"آپ کے ساتھی..... ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے۔"

"جب ہمیں شاہد کی لاش ملی تھی تو ہم سخت الجھن میں پڑ گئے تھے کہ کیا کریں..... آخر

ہم نے فیصلہ کیا کہ اسے آپ کے پھانک پر ڈال دیں۔"

"اوہ.....!" فریدی اچھل کر بولا۔ "تو کیا وہ لاش آپ لوگوں نے وہاں ڈالی تھی۔"

"جی ہاں.....!" ساجد کچھ دیر رک کر بولا۔ "اس کی بھی ایک خاص وجہ تھی۔"

"وہ کیا.....؟" فریدی نے دچکی طاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہم نے سوچا کہ اگر ہم نے یہ معاملہ پولیس کے پر دکر دیا تو ہمیں باقاعد طور پر پیلک کے

سامنے آتا پڑے گا اور اس میں ہمیں اپنی جان کا خطرہ تھا۔ لہذا ہم نے کبھی مناب سمجھا کہ ہم لاش کو

آپ کے مکان کے سامنے ڈال دیں۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ آپ خود کو ظاہر کیوں نہیں کرنا چاہتے تھے۔" فریدی بولا۔

"اس لئے کہ ہمیں اپنی جان کا خوف تھا۔"

"یعنی.....؟" فریدی بولا۔

"بہتر یہی ہو گا کہ میں آپ کو شروع سے بتاؤں۔" ساجد نے کہا اور تمہاری دیر سک کچھ

سوچنے کے بعد پھر بولا۔ "یہ بتا۔ یہ کہ اگر آپ کے سامنے کسی مردہ آدمی کی زندہ نسل آجائے تو

آپ پر اس کا کیا اثر ہو گا۔"

ساجد خاموش ہو کر سایہ نگاہوں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کہتے چلتے۔" فریدی بولا۔

"میں شاہد اور سچی بھی کی بند رگاہ پر اترے تو ہم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو برلن میں
ہمارے سامنے ایڑیاں رگڑو گز کر رکھا تھا۔"

"تو کیا آپ لوگ جرمی میں تھے۔" فریدی بولا۔

"جی ہاں..... ہم لوگ وہاں فن مصوری کے بارے میں رسماں کر رہے تھے کہ جگ

شروع ہو گئی اور ہم لوگ وہاں خود کو اسی پوزیشن میں محسوس کرنے لگے، جو ایک ایسے چوبے کی ہو سکتی ہے جسے چوبے دان میں پھنس جانا پڑا ہو۔ وہاں بہت سے ہندوستانی تھے۔ سب کی حالات اپنے ہو رہی تھی۔ انہیں میں رنجیت گر کا ولی عہد عکرام علیہ بھی تھا۔ ایک وقت آیا کہ وہ مغلسوں جیسی زندگی بسر کرنے لگا اور اسی مغلسوں کے عالم میں ہندوی اور اس کی ملاقات ہوئی۔ ہم لوگ آرٹسٹ تھے، اس لئے ہمارے اخراجات کی ان کی طرح ہیں ہوا۔ تھے۔ اس سلسلے میں ہم نے ایسکی حرکتیں کی ہیں کہ اب مجھے سوچ کر شرم محسوس ہوتی ہیں۔ ہم نو گوں نے ہندوستان کے مغل شہنشاہوں کے لباس میں ہٹلر کی ایک تصویر بنا لی تھی اور اس کے نیچے ”شہنشاہ ہند“ لکھ دیا تھا۔ ہم سے اس کی بے شمار کاپیاں بنوائی گئیں اور ہمیں ان کا اچھا نہ سما سعادت ملا۔ انہیں کے ہمارے ہم اپنے اخراجات چلاتے رہے۔

ساجد پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”ہاں تو آپ رنجیت گر کے ولی عہد کا نہ کر رہے تھے۔“ فریدی بولا۔

”جی ہاں۔“ ساجد نے پھر بولنا شروع کیا۔ ”آن دونوں ہم لوگ ایک گاؤں میں مقیم تھے، عکرام علیہ ہمیں وہیں ملا تھا۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ شاہزادی ہناہ پر ایک جرمن طوائف نے اسے اپنے یہاں پناہ دے دی تھی، لیکن وہاں وہ خوش نہیں تھا۔ اسے کتنی حیر کی خطرناک بخشی بیماریاں لا جھ ہو گئیں۔ ایک ماہ کے اندر ہم اس کا سارا جسم سرد گیا اور آخر ایک دن اس نے ہمارے سامنے ہی دم توڑ دیا۔ وہاں ہمارے اور اس جرمن طوائف کے علاوہ ایک اور آدمی بھی تھا۔ وہ بھی ہندوستانی تھا۔ لیکن اس کی ٹھلل یاد کر کے آج بھی میرے رو گلنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُن کتنی بھیساںک ٹھلل تھی، وہ اکثر عکرام علیہ کی زندگی میں بھی اس سے ملنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ معلوم نہیں وہ دونوں دوست کس طرح بن گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی مجھے ساری دنیا کی دولت دے کر بھی اس سے دوستی کرنے کے لئے کہتا تو میں تیار نہ ہوتا۔ اوہ..... میں شاہزاد پھر بہک رہا ہوں..... ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔“

”نہیں آپ قطعی نہیں بہک رہے ہیں۔“ فریدی بولا۔ ”ہاں تو اس کی ٹھلل کیسی تھی کہ آپ اس قدر نفرت کا اکھد کر رہے ہیں۔“

”اوہ..... فریدی صاحب..... میں آپ سے کیا تباہیں۔“ ساجد بولا۔ ”اس کی تاک کی

جگہ ایک بہت عی بھائیک قسم کا غار تھا جس سے اس کا حلن تک صاف دکھائی دیتا تھا۔ ایک بار اس کا پھر و دیکھ کر پھر دوبارہ دیکھنے کی بہت نہیں پڑتی تھی۔ اس کے بعد ہم لوگ ادھر اور ہر مارے مارے پھرتے رہے۔

"اور وہ بھائیک پھرے والا.....!" فریدی نے کہا۔

"اس کے بعد سے میں نے پھر آج تک اسے نہیں دیکھا۔" سا بدبو لا۔

"ہاں تو کیا آپ نے بھائی کے بندراگاہ پر سکریٹریام کو دیکھا تھا۔" فریدی بو لا۔

"مجی ہاں..... اس کی شکل سکریٹریام تک سے بہت ملتی جلتی تھی، البتہ اس کے ماتھے پر کچھ اس قسم کے نشانات تھے، جیسے وہ کبھی کسی حداثے میں شدید طور پر زخمی ہو گیا ہو۔ ہم لوگ اسے دیکھ کر چونکہ ضرور پڑے تھے لیکن ہم نے اس لئے اس چیز کو کچھ زیادہ اہمیت نہ دی تھی کہ دنیا میں ایک ہی شکل کے دو آدمیوں کو ہونا کوئی توجب خیز بات نہیں، لیکن ہماری یہ لاپرواںی زیادہ دیر کھ قائم نہ رہ سکی کیونکہ ہم نے اتفاقاً اس کے سامان کے بندلوں پر اس کے نام کی چیزیں دیکھ لیں جن پر "کونور سکریٹریام تکھے آف رنجیت ٹگر.....!" لکھا ہوا تھا۔ اب ہماری تحریت کی کوئی انتہا نہ رہی، معاہدے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ یہ کوئی بد معاشر ہے۔ جو رنجیت ٹگر والوں کو دھوکہ دینے جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ کی اور آدمی بھی تھے، جو اس کے مصاہب یا نوکر معلوم ہوتے تھے۔ ہم لوگوں نے تجھے کر لیا کہ اس راز کو ضرور معلوم کریں گے، بندراگاہ سے وہ لوگ سیدھے ایک شاندار ہوش میں پہنچے۔ ہم لوگوں نے بھی اسی ہوش کا رخ کیا۔ وہاں ہمیں ایک کرہ مل گیا۔ لیکن ہمیں وہاں سے بہت جلد ہی بھاگنا پڑا کیونکہ ایک بار کسی نے ہم لوگوں کی جان لینے کی کوشش کی۔ ہمیں ہوش آگی تھا۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ انہیں لوگوں کی حرکت ہے۔ شاید انہیں ہم لوگوں پر شبہ ہو گیا تھا۔ ہم نے سوچا کہ خواہ تزوہ زندگی کو خطرے میں ڈالنے سے کیا فائدہ۔ پھر ہم لوگ یہاں آپ کے شہر میں چلے آئے۔ ہم لوگوں کو یہاں آئے ہوئے مشکل سے تین روز ہی ہوئے تھے کہ ایک دن میڑو میں میری ملاقات رقیہ سے ہو گئی۔ اس کے حسن کا جادو مجھ پر پہلی ہی ملاقات میں چل گیا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے روزانہ ملتے گئے۔ چند ہی دنوں میں اس نے مجھے اپنا سب کچھ سونپ دیا۔ اس نے مجھے قسم دی تھی کہ میں اس کا تذکرہ اپنے انتہائی دوست سے بھی نہ کروں۔ میں نے حقیقتاً کیا۔ شاہد اور سچ کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ حالانکہ ہمیں یہاں سے سیدھے اپنے گھروں کو پہنچنا

چاہئے تھا۔ لیکن میں نے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ فی الحال یہاں سے کہیں اور نہ جاؤں گا۔ جب میں نے اپنا ارادہ اپنے اور ساتھیوں پر ظاہر کیا تو انہوں نے بھی اس پر صاد کیا۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر وہ دونوں اپنے گھروں کو کیوں نہیں چلے جاتے، بہر حال ہم لوگوں نے اپنے اپنے لئے کرائے کے مکان حاصل کر لئے۔ ابھی تک ہم لوگ ساتھ ہی رہے آرہے تھے، لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اب ہم میں سے ہر ایک الگ مکان لینے پر مصر نظر آ رہا تھا۔ مجھے تو اس پر خوشی ہوئی تھی کہ وہ میرے کسی دوست کے سامنے آتا نہیں چاہتی تھی۔ خیر مجھے اس سے کیا مجھے تو صرف اس سے مطلب تھا۔ اس کے حسن سے مطلب تھا۔ اس کی جوانی سے مطلب تھا۔

لیکن ایک دن سارے سر و دل کیف کا خاتمہ ہو گیا۔ کونکہ میں نے ان بد معاشوں میں سے ایک آدمی کو اپنے گھر کے گرد و نواحی میں چکر لگاتے دیکھ لیا۔ میں نے اپنے دوستوں سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ بالکل یہی واقعہ ان کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ میں نے سوچا کہ اب یہاں سے بھی بھاگنا چاہئے۔ لیکن رقیہ کی محبت مانع ہوئی اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ شاہد اور سمجھنے بھی کسی قسم کا خوف ظاہر نہ کیا۔

"ایک رات میں اور سمجھ شاہد کے گھر گئے گھر میں بالکل سنا تھا۔ ہم سمجھے کہ شاید وہ سورہ ہے، لیکن اس کی حماقت پر بھی غصہ آیا کہ اس طرح گھر کھلا چھوڑ کر سونے کا کیا مطلب، لیکن اف میرے خدا جب ہم اس کے سونے کے کمرے میں پہنچے تو ہم نے وہاں اس کی لاش دیکھی۔

ایشام کو ہم نے اُسے اچھا بھلا دیکھا تھا اور پھر ہمارے لئے سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ ہم نے اُسے شام کو جس سوت میں دیکھا تھا وہی اس وقت بھی اس کے جسم پر موجود تھا۔ اس نے جوتے بھی نہیں اتارے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں، ہم دونوں کا یہی خیال تھا کہ وہ قدرتی موت نہیں ہے، پھر دھلتا ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ کہیں یہ انہیں لوگوں کی شرارت تو نہیں ہے جو ایک نعلیٰ ولی عہد کو لئے پھرتے ہیں، ہم عمر سے سے یہ بات محسوس کر رہے تھے کہ شاید وہ یہ جان گئے ہیں کہ ہم اس راز سے واقف ہیں، لہذا وہ ہمیں اپنے راستے سے ہٹا دینے کی کوشش کرنے لگے ہیں، ایسی صورت میں ہمیں اپنے لئے بھی مناسب معلوم ہوا کہ ہم خود کو چھپانے کی کوشش کریں۔ "ساجد خاموش ہو گیا۔

"آپ کو فوراً پوچھ کو اطلاع دیتی چاہئے تھی۔" فریدی بولا۔

”مگر دشواری تو یہ تھی کہ ہم ان کے مکانات سے ناواقف تھے۔“

”اوہ..... مکانات دریافت کرنا ہمارا کام ہوتا..... خیر.....!“

”بہر حال ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم اس لاش کو کسی طرح آپ کے چالنک تک پہنچا کر روپوش ہو جائیں۔ ہاں میں یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں یہ تو چاہتا تھا کہ کسی طرح مجرموں کو سزا ملے لیکن خود اس محاطے میں پڑ کر اپنے رکنیں اوقات کا خون نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جور قیہ کے ساتھ بسر ہو رہے تھے۔ یہ تجویز میری ہی تھی کہ لاش کو آپ کے مکان کے سامنے ڈال دیا جائے۔“ سچ نے بھی اس کی مخالفت نہ کی۔ شاید میری ہی طرح وہ بھی ان الجھنوں سے پچتا چاہتا تھا۔ مگر کیوں یہ مجھے معلوم نہیں، دوسری وجہ سامنے نہ آنے کی یہ بھی تھی کہ ہم اس طرح خود کو چھپا کر ان لوگوں کی دستبرد سے بھی حفاظارہ کئے تھے۔

بہر حال اس وقت بھی تدبیر سمجھ میں آئی۔ لیکن مجھے اس کا احساس ہو رہا ہے کہ ایسا کرتا انتہائی حفاظت تھی۔ اس طرح نہ صرف ہم غیر محفوظ ہو گئے تھے بلکہ قانون کی نظر وہ میں بھی ایک بھاری جرم کیا تھا۔“

”اس میں کوئی مشکل نہیں۔“ فریدی بولا۔

”اس حادثے کے بعد ہم نے پھر اپنے مکانات تبدیل کر دیے۔ رقیہ سے برابر ملا قاتمیں ہوتی رہیں، لیکن سچ کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائی اور پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ مجھے سچ کی لاش بھی دیکھنی پڑی اور میں نے اُسے بھی کسی نہ کسی طرح آپ کے چالنک تک پہنچا دیا۔ اب رہا سہا تک بھی جاتا رہا۔ میری جگہ اگر کوئی اور آدمی ہوتا تو بھی کا اس شہر کو چھوڑ چکا ہوتا۔ مگر رقیہ کی محبت نے ایک تیز و نند شراب کی طرح میرے دماغ کو ماؤف کر دیا تھا۔ اب مجھے اس کا بھی خوف نہ رہ گیا تھا کہ میری اور رقیہ کی محبت کاراز میرے کسی دوست کو معلوم ہو سکے گا۔ لہذا اب میں اسے انتہائی بے تکلفی کے ساتھ اپنے گھر بلانے لگا تھا۔ اکثر وہ رات رات بھر میرے ساتھ رہ جایا کرتی تھی اور اس کا جواز وہ اس طرح پیش کرتی کہ اس کا چچا نصیر ایک فلاںزر قسم کا آزاد خیال آدمی ہے..... وہ اس کی آزادانہ روشن پر اسے پکھننے کہتا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ کسی دن مجھے اپنے پچھا سے ملائے گی۔

ایک شام اس نے مجھے میڑو میں اچھی رقصہ کا ناچ دیکھنے کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ وہ

مجھے اپنے پچھا سے ملائے گی۔

” غالباً اس نے آپ کو اس کے لئے خط بھی لکھا تھا۔“

”مجھی ہاں.....!“

”اس خط میں کوئی اور خاص بات بھی تحریر تھی۔“

”میرے خیال سے کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی۔“

”اور وہ تصویر.....!“

ساجد سوچنے لگا۔

”ہاں اس نے مجھے اپنی ایک تصویر دی تھی۔ اس نے اس خط میں اسی تصویر کے متعلق بھی لکھا تھا کہ میں اسے اپنے ساتھ لیتا آؤں۔ میں وہاں گیا۔ اس کا پچھا مجھے اپنے ساتھ کرے میں لے گیا اور شراب پیش کی۔ میں اس کی دعوت کو رد نہ کر سکا اور..... اور پھر مجھے کچھ بھی معلوم نہیں۔ باقیہ حالات میں نے ڈاکٹر صاحب کی زبانی سنے ہیں۔“

ساجد خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

”سبھی میں نہیں آتا کہ رقیہ نے دیدہ و دانتہ مجھے اس عذاب میں متلا کرنا چاہایا تھا
اتفاق تھا۔“

”مجی نہیں..... یہ ایک بہت ہی سوچا سمجھا ہوا پاٹ تھا۔ اس طرح مجرم آپ تینوں سے
چھکلا راحصل کرنا چاہئے تھے۔“

” تو کیا آپ نے انہیں گرفتار کر لیا۔“ ساجد بول پڑا۔ ” غالباً انہیں کے ساتھ رقیہ بھی ہو گی۔“
” اُسے آپ بھول جائیے۔“ فریدی بولا۔ ” انہوں نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا اور خود کی
طرف فرار ہو گئے اور اب یہ محاملہ سبھی میں آیا کہ وہ سب لوگ یہاں کیوں رکے ہوئے تھے، غالباً
وہ اپنی تشفی کر لیتا چاہئے تھے کہ آپ زندہ ہیں یا مر گئے۔“

”اوہ.....!“

” کیا آپ اس بات کا کوئی ثبوت عدالت میں پیش کر سکیں گے کہ اصلی شکران سنکھے مر چکا
ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”مجھی ہاں..... جرمی سے اس کی موت کا سرثیگلیست منکو یا جا سکتا ہے، جہاں سے وہ مل سکے

گاہاں کا پتہ مجھے معلوم ہے۔“

”بہت خوب.....!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”اب آپ آرام کیجئے۔“

پھر وہ ڈاکٹر شوکت کی طرف مڑ کر بولا۔ ”یہاں ان کی موجودگی کا حال کسی کو نہ معلوم

ہونے پائے۔“

”تمہاری ہی ہدایت کے مطابق یہ بات میں نے تو کروں تک سے چھپائی ہے ان کا کام میں اور خود تمہرے کرتی ہیں۔“ شوکت نے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب میں آپ کا یہ احسان زندگی بھرنے بھولوں گا۔“ ساجد نے گلوکیر آواز میں کہا۔

اس کے بعد فریدی اور حمید شہر واپس آگئے۔

انجام

تین دن بعد فریدی حمید اور چیف انپکٹر ملکہ سراج رسانی کے دفتر میں بیٹھے باشیں کر رہے

”واقعی آپ کا یہ کیس بھی جرائم کی تفتیش کی تاریخ میں یاد گا رہے گا۔“

چیف انپکٹر نے کہا۔

”مگر افسوس اس کا ہے کہ وہ کم بخت جا بہرہ تھے سے نکل گیا۔ خیر دیکھا جائے گا۔ میں نے اپنا

دال پاروں طرف بچا دیا ہے۔ امید تو ہے کہ جلد ہی اس سے پھر دو دو ہاتھ کرنے پر ہیں گے۔“

”بہر حال خود ان موتوں کا راز معلوم کرنا اپنی جگہ پر ایک ناممکن امر تھا۔ ہاں تم نے یہ

ثینک، بتایا کہ ان کے فرار ہو جانے کے بعد تم نے ان کا صحیح پتہ کیسے معلوم کیا۔“

”ساجد سے گفتگو کرنے کے بعد میں اس فیصلے پر بیکھر گیا تھا کہ وہ لوگ رنجیت مگری گئے

ہیں۔ غالباً انہیں ساجد کی موت یا اس کے دماغ کی خرابی کا اچھی طرح یقین ہو گیا تھا اور شاید وہ

یہاں اسی لئے رکے بھی ہوئے تھے کہ ان تینوں کو راستے سے بٹانے کے بعد اپنا نظری راج کمار

ریاست میں پہنچا کر مرے اڑائیں گے۔

"ایسی صورت میں انہیں گرفتار کرنے میں بڑی دشواری ہوئی ہو گی۔" چیف اسپکٹر نے کہا۔
"کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے ابھی تک راج کمار صاحب کو محل میں
نہیں پہنچایا تھا۔ غالباً وہ اس کی تیاری میں مصروف تھے اور تو اور ریاست کے دو آفیسر بھی اس
سازش میں شریک تھے۔ دراصل مجھ سے غلطی ہوئی میرا خیال تھا کہ جس جگہ یہ لوگ تھہرے
ہوئے ہیں وہیں جابر بھی ہو گا، ورنہ میں انہیں گرفتار کرنے میں جلدی نہ کرتا۔ بہر حال اس جلد
بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جابر ہاتھ سے نکل گیا اور ہاں ان لوگوں نے نعلیٰ راج کمار کو فوراً ہٹلی میں
اس نے نہیں پہنچایا تھا کہ وہ اسے انہیں دونوں مکار آفیسروں کے ذریعہ آداب شاہی کی تعیین دلا
رہے تھے کہ نعلیٰ اور اصلی میں کوئی فرق نہ رہ جائے۔"

"ہاں تو یہ تھا کہ انہیں تمہاری اسکیم کا کیسے علم ہو گیا تھا۔" چیف اسپکٹر نے پوچھا۔

"دراصل شکران کی قید میں تھا اور میں اس سے لا علم تھا۔ اس سے قبل میں یہ ظاہر کرنے
کی کوشش کرتا رہتا تھا کہ شکری اصل مجرم ہے۔ اس پر وہ لوگ مطمئن تھے۔ لیکن جب میں نے
رقیٰ کے سامنے ایک زخمی کا سو انگ رچایا تو سارا بھائڑا پھوٹ گیا۔ وہ خود بھی شکران کی گرفتاری سے
ناداقف تھی۔ اس نے نصیر سے میرے زخمی ہونے کا حال بتایا اور پھر ان لوگوں کو شہبہ ہو گیا کہ ہم
انہیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے ہمارے پیچھے آدمی لگادیے۔ میں اس
وقت سے کہیں باہر نہیں لکھا تھا۔ غالباً کوئی شخص حید کے پیچھے اس وقت سے لگا ہوا تھا جب وہ
کو تو ایسے ادا دینے چاہتا تھا۔ بہر حال میں نے بلا سوچے سمجھے زخمی کا سو انگ رچا کر غلطی کی تھی۔
ورنہ جابر بھی یہیں گرفتار ہو گیا ہوتا..... خیر..... یا رزمندہ صحبت باتی..... نعلیٰ راج کمار
اور بقیہ لوگ تو گرفتار ہو ہی گئے ہیں۔"

تمام شد